دین اسلام میں اقتصاد کی اہمیت، حلال آمدنی کی تشویق اور حرام آمدنی کے نقصانات

محمد لطیف مطہری[1]

۱. خلاصہ:

تاریخ بشریت میں معاشی زندگی کے مسائل کو حل کرنے کے لئے ہمیشہ سے کوشش کی گئی ہے۔ دین اسلام نے بھی حیات انسانی کے تمام پہلوؤں کو سامنے رکھتے ہوئے بہترین اور جامع و مانع پروگرام مہیا کیا ہے۔ قرآن کریم اور روایات، معاشیات کی اہمیت بیان کرتے ہوئے اپنے آپ کو خود کفیل کرنے، اپنی عیال اور اپنے بچوں کو دوسروں کی محتاجی سے بچانے کا حکم دیتا ہے۔ عصری دنیا کے معاشی نظام انسان کو کام کے انتخاب اور دولت کے حصول میں آزاد چھوڑتے ہیں، اور اسے ہر قسم کے طریقوں سے یعنی دوسروں کے حقوق کی رعایت کے بغیر، اخلاقی اصولوں اور اس کے سماجی اور دیگر دنیاوی نتائج کے بارے میں سوچے بغیر مال و دولت جمع کرنے کی اجازت دیتے ہیں جیسے: سود، رشوت، جوا، ذخیرہ اندوزی، بلیک مارکیٹ وغیرہ۔ اس نظریہ کے ساتھ مال و دولت کسب کرنے سے تولیدی اور اخلاقی اور سیاسی بدعنوانی جیسے مسائل کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ اسلامی معاشی نظام میں جو چیز سب سے زیادہ اہم ہے وہ کاروبار اور تجارت وغیرہ کا حلال ہونا ہے۔ قرآن کریم ناجائز طریقوں سے مال و دولت جمع کرنے سے سختی کے ساتھ منع کرتا ہے اور اپنے پیروکاروں کو تاکید کرتا ہے کہ وہ اپنی مالی دولت کی بنیاد "خالص ایمان اور تقویٰ" پر رکھیں اور اس طریقے سے روزی کمائیں جس سے انسان کی فطرت اور طبع سلیم راضی ہو، انسانی عقل اس کی تشویق کرے اور خداوند متعال نے اسے جائز اور مباح قرار دیا ہو۔ اس مقالہ میں ہم دین اسلام میں معاشیات کی اہمیت، حلال طریقہ سے کسب معاش کرنے کی تشویق پر موجود دلائل اور حرام طریقہ سے مال و دولت جمع کرنے کے دینوی، آخروی، انفرادی اور اجتماعی آثار اور نقصانات اختصار کے ساتھ بیان کرنے کی کوشش کریں گے۔

کلیدی الفاظ: اقتصاد، معاشیات، اقتصاد کی اہمیت، کسب حلال، کسب حرام۔

۲. مقدمہ:

اسلامی پروگراموں کو تین قسموں میں تقسیم کیا گیا ہے: عقائد، اخلاقیات اور احکام۔ اسلامی احکام میں معاشی مسائل کو شامل کیا گیا ہے، جیسے: خمس، زکوۃ، صدقہ وغیرہ۔ اسلام کے مالیاتی احکام پر عمل کرنے سے معاشرے میں موجود غربت اور طبقاتی تقسیم کے خاتمے کی راہ ہموار ہوتی ہے۔ قرآن کی تعلیمات کے مطابق ہر شخص کو چاہیے کہ وہ اپنے محنت اور کمائی سے کھائے، اور دوسرے لوگوں کے مال پر قبضہ کرنا حرام ہے۔ جیساکہ ارشاد ہوتا ہے: « وَ لا تَأْكُلُوا أَمْوالَكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْباطِلِ »[2] اور خبردار ایک دوسرے کا مال ناجائز طریقے سے نہ کھانا۔ قرآن کریم کی آیات میں اور معصومین علیہم السلام سے منقول احادیث میں معاشیات اور اس کے فروعات صراحت کے ساتھ یا کنایہ کے ساتھ بیان ہوئی ہے۔ ذیل میں چند آیات واحادیث کا تذکرہ کیا جاتا ہے:

ا۔ سورہ طٰہٰ کی ایک آیت میں خداوند متعال نے خدا کو یاد کرنے اور اس کی اطاعت اور معیشت کے درمیان تعلق کی طرف اشارہ کیا

---

[1]۔ اسلامک ریسرچ اسکالر، پی۔ایچ۔ڈی، شعبہ فقہ تربیتی، المصطفیٰ انٹرنیشنل یونیورسٹی ایران۔

تاریخ وصول: ۸/۳/۲۰۲۲ تاریخ تائید: ۵/۴/۲۰۲۲

[2] بقرۃ ۱۸۸۔

ہے: « وَ مَنْ أَعْرَضَ عَنْ ذِكْرِی فَإِنَّ لَهُ مَعِيشَةً ضَنْكاً »[3] اور جو میرے ذکر سے اعراض کرے گا اس کے لئے زندگی کی تنگی بھی ہے۔ اس آیت کے مطابق خدا کو یاد کرنے یا اس سے غافل ہونے سے معیشت پر تکوینی طور پر اثر پڑتا ہے۔ معنویت اور خدا سے منہ موڑنے والے بہت سے لوگ دن رات کوشش کرنے کے باوجود بھی بہت کم فائدہ حاصل کرتے ہیں۔

۲۔ « وأَحَلَّ اللَّهُ الْبَيعَ وَ حَرَّمَ الرِّبا»[4] خدا نے تجارت کو حلال قرار دیا ہے۔ لین دین کو شریعت نے جائز قرار دیا ہے کیونکہ لین دین کے ذریعے سے ہی شہریوں کی ضروریات پوری ہوتی ہیں لیکن ذخیرہ اندوزی اور سود جیسے معاملات کو حرام قرار دیا گیا ہے۔ کیونکہ ذخیرہ اندوزی لوگوں کے استعمال کی اشیاء کو کم یاب حتی نایاب بنا دیتی ہے اور ذخیرہ اندوزی کی وجہ سے قیمت کئی گنا بڑھ جاتی ہے۔ قیمت کے بڑھنے سے قوت خرید کم ہو جاتی ہے اور یہ معیشت کو نقصان پہنچاتی ہے۔

۳۔ « مَنْ ذَا الَّذی يقْرِضُ اللَّهَ قَرْضاً حَسَناً فَيضاعِفَهُ»[5] کون ہے جو خدا کو قرض حسن دے اور پھر خدا اسے کئی گنا کرکے واپس کر دے۔

خداوند متعال نے اس آیت میں اور دیگر آیات میں لوگوں کی مدد کرنے اور قرض دینے کی ترغیب دیتا ہے۔ قرض دینے سے روزگار اور پیداوار بڑھ جاتی ہے کیونکہ قرض لینے والے کے پاس قرض کی رقم کو واپس کرنے اور اپنے لئے کچھ منفعت حاصل کرنے کے علاوہ اور کوئی چارہ نہیں ہوتا اس لئے وہ اس رقم سے تجارت کرنا شروع کر دیتا ہے۔

۴۔(و لكن يؤاخِذُكُمْ بِما عَقَّدْتُمُ الْأَيمانَ فَكَفَّارَتُهُ إِطْعامُ عَشَرَةِ مَساكينَ مِنْ أَوْسَطِ ما تُطْعِمُونَ أَهْليكُمْ أَوْ كِسْوَتُهُمْ أَوْ تَحْريرُ رَقَبَةٍ)[6] لیکن جو سنجیدہ قسمیں تم کھاتے ہو ان کا مواخذ ہوگا، قسم توڑنے کا کفارہ دس محتاجوں کو اوسط درجے کا کھانا کھلانا ہے جو تم اپنے گھر والوں کو کھلاتے ہو یا انہیں کپڑا پہنانا یا غلام آزاد کرنا ہے۔

قرآن کریم میں بعض گناہوں کا کفارہ معین ہوا ہے۔ کچھ کفارے معاشرے میں غربت کو ختم کرتے ہیں اور معاشی ترقی اور توسعہ اقتصادی کا باعث بنتے ہیں، جیسے قسم توڑنے کا کفارہ۔ ظاہر ہے کہ دس مسکینوں کو کھانا کھلانا یا دس مسکینوں کو کپڑے پہنانے سے معاشرے میں موجود معاشرتی غربت میں کمی آجاتی ہے۔

۵۔ درج ذیل دو آیتوں میں خمس اور صدقہ کا مصرف بیان ہوا ہے۔ جن لوگوں کا تذکرہ کیا گیا ہے ان میں سے زیادہ تر وہ لوگ ہیں جو مالی طور پر ضرورت مند ہیں اور ان کی مدد کرنے سے وہ اپنے پاوں پر کھڑا ہو سکتا ہے۔

---

[3] طہ ۱۲۴۔
[4] بقرۃ،۲۷۵۔
[5] بقرۃ،۲۴۵۔
[6] مائدہ،۸۹۔

" إِنَّمَا الصَّدَقاتُ لِلْفُقَراءِ وَ الْمَساكينِ وَ الْعامِلينَ عَلَيها وَ الْمُؤَلَّفَةِ قُلُوبُهُمْ وَ في الرِّقابِ وَ الْغارِمينَ وَ في سَبيلِ اللَّهِ وَ ابْنِ السَّبيل "[7] یہ صدقات تو صرف فقیروں، مساکین اور صدقات کے کام کرنے والوں کے لیے ہیں اور ان کے لیے جن کی تالیف قلب مقصود ہو اور غلاموں کی آزادی اور قرضداروں اور اللہ کی راہ میں اور مسافروں کے لیے ہیں۔

(وَ اعْلَمُوا أَنَّما غَنِمْتُمْ مِنْ شَيْ ءٍ فَأَنَّ لِلَّهِ خُمُسَهُ وَ لِلرَّسُولِ وَ لِذِي الْقُرْبى وَ الْيَتامى وَ الْمَساكينِ وَ ابْنِ السَّبيلِ)[8] اور جان لو کہ جو غنیمت تم نے حاصل کی ہے اس کا پانچواں حصہ اللہ، اس کے رسول اور قریب ترین رشتے داروں اور یتیموں اور مساکین اور مسافروں کے لیے ہے۔

۳. معیشت ، تدبیر اور تجارت کی تعریف:

٤. ۱۔ معیشت

ابن فارس کہتے ہیں: المعيشة: الذي يعيش بها الإنسان: من مطعمٍ و مشربٍ و ما تكون به الحياة.. [9]؛ معیشت وہ چیزیں ہیں جن کے ذریعے انسان زندگی بسر کرتے ہیں جیسے کھانے اور پینے کی اشیاء جن کے ذریعے ہماری زندگی قائم رہتی ہے۔

مفردات الفاظ القرآن میں آیا ہے: الْعَيْشُ: الحياة المختصّة بالحيوان، و هو أخصّ من الحياة، لأنّ الحياة تقال في الحيوان، و في الباري تعالى.. [10] عیش وہ زندگی ہے جو حیوان اور ذی روح کے ساتھ مختص ہے۔ اور یہ حیات سے اخص ہے کیونکہ حیات صرف ذی روح اور باری تعالی کے لئے استعمال ہوتا ہے اور معیشت عیش سے ہے ۔پروردگار عالم قرآن میں فرماتا ہے: (نَحْنُ قَسَمْنا بَيْنَهُمْ مَعيشَتَهُمْ فِي الْحَياةِ الدُّنْيا [11]). [12]

آیت اللہ مکارم شیرازی تفسیر نمونہ میں فرماتے ہیں : معیشت زندگی کے وسائل اور وہ چیزیں ہیں جن کی طرف انسان محتاج ہے کبھی انسان ان چیزوں کی تلاش میں جاتا ہے اور کبھی وہ چیزیں انسان کے پاس پہنچتی ہیں ۔ بعض لوگ زراعت اور گیاہ اور کھانے پینے کی چیزوں کو معیشت کہتے ہیں معلوم ہوتا ہے کہ معیشت کا لغوی معنا وسیع ہے اور زندگی کے تمام وسائل کو کہا جاتا ہے "[13]۔

آیت اللہ مکارم شیرازی کے نزدیک عیش مخلوقات کی زندگی کو کہا جاتا ہے اور معیشت وسائل اور وہ چیزیں ہیں جن کی طرف انسان محتاج ہیں جیسے زراعت ، کھانے اور پینے کی چیزیں۔

---

[7] توبہ، ٦٠۔
[8] انفال، ۴۱۔
[9]. ہمان، ج ۴، ص: ۱۹۴.
[10]. راغب اصفہانی، حسین بن محمد، مفردات الفاظ القرآن ، ص ۵۹٦.
[11]. زخرف، ۳۲.
[12]. راغب اصفہانی، حسین بن محمد، مفردات الفاظ القرآن ، ص ۵۹٦.
[13]. مکارم شیرازی، ناصر، تفسیر نمونہ،، ج ۱۱، ص ۵۵.

۵. ۲۔ تدبیر:

ابن منظور کہتے ہیں: تدبیر یعنی کسی شئی کے انجام کی طرف نگاہ کرنا اور اس کے انجام کو مد نظر رکھنا اور تدبر کسی شئی کے بارے میں غور و فکر کرنے کا نام ہے۔ التَّدْبِيرُ في الأَمر: أَن تنظر إِلى ما تَؤُول إِليه عاقبته، و التَّدَبُّر: التفكر فيه.[۱۴] ابن فارس کہتے ہیں: التدبير: أنْ يُدبِّر الإنسانُ أمرَه، و ذلك أنَّه يَنظُر إلى ما تصير عاقبتُه و آخرُه.[۱۵]؛ تدبیر یعنی انسان اپنے انجام کی طرف نگاہ کرے اور دیکھے کہ اس کا انجام کیسا ہے۔ دوسرے الفاظ میں ہم یہ نتیجہ نکال سکتے ہیں کہ تدبیر محاسبہ کرنا اور اپنے آیندہ کے لئے برنامہ ریزی کرنے کا نام ہے۔

٦. ۳۔ تجارت

راغب اصفہانی کہتے ہیں: التِّجَارَةُ: التصرّف في رأس المال طلبا للربح... ؛ تجارت لغت میں منفعت اور فائدہ کے لئے اپنے اصل مال اور سرمائے کو خرج کرنے کو کہتے ہیں اور یہ تجارت کا لفظ سرمائے کے مالک کیے لئے بھی استعمال ہوتا ہے۔[۱٦] اسی طرح تجارت خرید اور فروخت کے لئے بھی استعمال ہوتا ہے تَجَرَ يَتْجُرُ تَجْراً و تِجَارَةً؛ باع و شری..[۱۷]

تجارت اصطلاح میں خرید اور فروخت اور وہ تمام اہم معاملات کو کہا جاتا ہے جو منفعت اور فائدہ کے لئے ہیں۔.[۱۸]

۷. دین اسلام میں اقتصاد اور معیشت کی اہمیت

دین اسلام ''معیشت اور اقتصاد'' کو خاص اہمیت دیتا ہے۔ ہم چند عناوین میں اس کا جائزہ لیں گے۔

۸. ۱۔ مال و دولت اللہ تعالی کی امانت

قرآن مجید کی بعض آیتوں میں مال و دولت کو ایک الہی امانت کے طور پر متعارف کیا ہے جو خداوند عالم کی طرف سے بنی نوع انسان کو عطا کی گئی ہے۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: (وَأَنْفِقُوا مِمّا جَعَلَكُمْ مُسْتَخْلَفِينَ فِيهِ)[۱۹] اور اس مال سے خرچ کرو جس میں اللہ نے تمہیں جانشین بنایا ہے۔ ایک اور آیت میں فرماتے ہیں: (وآتُوهُمْ مِنْ مالِ اللَّهِ الَّذى آتاكُمْ)[۲۰] اور انہیں اس مال میں سے جو اللہ نے تمہیں بخشا ہے دے دو۔ پہلی آیت میں مال و دولت کو الہی امانت قرار دیا ہے جبکہ دوسری آیت میں مال و دولت کا مالک خداوند متعال کو قرار دیا گیا ہے۔ ایسی حالت کی وجہ سے قرآن کریم نے مال و دولت کو "خیر" سے تعبیر کیا ہے اور فرمایا ہے: (كُتِبَ عَلَيكُمْ إِذا حَضَرَ أَحَدَكُمُ الْمَوْتُ إِنْ تَرَکَ خَيراً الْوَصِيهُ لِلْوالِدَينِ وَالْأَقْرَبِينَ بالمعروف)[۲۱] تمہارے لیے یہ لکھ دیا

---

[۱۴]. ابن منظور، ابوالفضل، جمال الدین، محمد بن مکرم، لسان العرب، ج ۴، ص ۲۷۳.
[۱۵]. احمد بن فارس بن زکریا، ابوالحسین، معجم مقائیس اللغۃ، ج ۲، ص ۳۲۴.
[۱٦]. راغب اصفہانی، حسین بن محمد، مفردات الفاظ قرآن، ص ۱٦۴.
[۱۷]. ابن منظور، ابوالفضل، جمال الدین، محمد بن مکرم، لسان العرب، ج ۴، ص ۸۹.
[۱۸]. شہید ثانی، مسالک الافہام الی تنقیح شرایع الاسلام، ج ۳، ص ۱۱٦؛ نجفی، شیخ محمد حسن، جواہر الکلام، ج ۲۲، ص ۵.
[۱۹] حدید، ۷۔
[۲۰] نور، ۳۳۔
[۲۱]۔ بقرہ، ۱۸۰

گیا ہے کہ جب تم میں سے کسی کی موت کا وقت آئے اور وہ کچھ مال چھوڑے جا رہا ہو تو اسے چاہیے کہ والدین اور قریبی رشتہ داروں کے لیے مناسب طور پر وصیت کرے۔

اسی لیے اسلامی احادیث میں دنیاوی مال و دولت کو تقویٰ اور آخرت حاصل کرنے کا اور دوسروں پر ظلم سے بچنے کا ایک ذریعہ بتایا گیا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت ہے کہ آپ نے فرمایا: (نِعْمَ الْعَوْنُ عَلَى تَقْوَى اللَّهِ الْغِنَى)[۲۲] بے نیازی تقویٰ کے لئے اچھا ذریعہ ہے۔ امام صادق علیہ السلام سے بھی منقول ہے کہ آپ نے فرمایا: :(نِعْمَ الْعَوْنُ الدُّنْيَا عَلَى الْآخِرَةِ)[۲۳] دنیا آخرت کے لیے بہترین مددگار ہے۔ اور یہ بھی روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: (نِعْمَ الْعَوْنُ عَلَى تَقْوَى اللَّهِ الْغِنَى غِنًى يَحْجُزُكَ عَنِ الظُّلْمِ خَيْرٌ مِنْ فَقْرٍ يَحْمِلُكَ عَلَى الْإِثْمِ)[۲۴] بے نیازی جو تمہیں ظلم سے روک لیں وہ غربت سے بہتر ہے جو آپ کو گناہ پر مجبور کرتی ہے۔

۹. ۲۔ کام کی دعوت

اسلام میں محنت اور کوشش کی سخت دعوت دی گئی ہے۔ امام رضا علیہ السلام سے روایت ہے کہ آپ نے فرمایا: (الَّذِي يَطْلُبُ مِنْ فَضْلِ اللَّهِ عَزَّ وَ جَلَّ مَا يَكُفُّ بِهِ عِيَالَهُ أَعْظَمُ أَجْراً مِنَ الْمُجَاهِدِ فِي سَبِيلِ اللَّهِ عَزَّ وَ جَل)[۲۵] جو شخص اپنے اہل وعیال کو پالنے کے لئے سعی و کوشش کرتا ہے وہ خدا کی راہ میں لڑنے والے مجاہد سے زیادہ بہتر ہے۔ شاید اس کی وجہ یہ ہے کہ کوئی بھی جہاد معاشی مدد کے بغیر مکمل نہیں ہوتا اور یہ مزدور اور کارگر ہے جو اپنے کام کے ذریعے سے اس جہاد کے لئے مدد فراہم کرتا ہے۔

۱۰. ۳۔ کارگر اور مزدور کی تعریف

مزدور اور مشقت کرنے والے افراد کی تعریف و تمجید خود کام اور محنت کرنے کی اہمیت کو اجاگر کرتی ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا سامنا سعد انصاری سے ہوا جو جنگ تبوک سے واپسی پر آپ کا استقبال کرنے آئے تھے۔ انہوں نے اپنے کھردرے اور سخت ہاتھ سے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مصافحہ کیا۔ آپ نے فرمایا: تمہارا ہاتھ ایسا کیوں ہوا ہے؟ اس نے جواب دیا: میں بیلچوں اور رسیوں سے کام کرتا ہوں اور اپنی بیوی اور بچوں کو پالتا ہوں۔ اس وقت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کے ہاتھ کو بوسہ دیا اور فرمایا: "یہ ایسا ہاتھ ہے جس پر آگ نہیں لگے گی۔[۲۶]

۱۱. ۴۔ معصومین علیہم السلام محنت و مزدوری کے علمبردار

محنت اور مزدوری کے لئے پیغمبر خدا اور معصومین علیہم السلام کی تشویق اور حوصلہ افزائی صرف نصیحت اور سفارش تک محدود نہیں تھی بلکہ وہ خود اس سلسلے میں عملی طور پر پیش پیش تھے۔ امام کاظم علیہ السلام اپنی زمین پر کام کر رہے تھے اور زیادہ کام کرنے اور

---

[۲۲]۔ کلینی، محمد بن یعقوب بن اسحاق، الکافی، محقّق / مصحّح: غفاری، علی اکبر، آخوندی، محمد، دار الکتب الإسلامیہ، تہران، ۱۴۰۷ قمری، چاپ چہارم، ج ۵، ص ۷۱،

[۲۳]۔ ایضا، ص ۷۲۔

[۲۴] ایضا۔

[۲۵] ایضا، ص ۸۸۔

[۲۶] ابن الأثیر الجزری، عزالدین ابوالحسن علی بن محمد، اسد الغابۃ فی معرفۃ الصحابۃ، دار الفکر، بیروت، ۱۴۰۹ قمری/۱۹۸۹ میلادی، ج ۲، ص ۱۸۵.

گرمی کے سبب آپ پسینہ میں شرابور تھے۔ امام کے ایک دوست نے کہا: آپ یہ کام دوسرے پر کیوں نہیں چھوڑتے ہو؟ آپ نے فرمایا: (رَسُولُ اللَّهِ(صلی الله علیه واله) وَ أَمِيرُ الْمُؤْمِنِينَ وَ آبَائِی(علیهم السلام) كُلُّهُمْ كَانُوا قَدْ عَمِلُوا بِأَيْدِيهِمْ وَ هُوَ مِنْ عَمَلِ النَّبِيِّينَ وَ الْمُرْسَلِينَ وَ الْأَوْصِيَاءِ وَ الصَّالِحِين)[۲۷] رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، امیر المومنین علیہ السلام، تمام پیشوایان دینی اور دینی رہنماؤں نے اپنے ہاتھوں سے کام کیا ہے اور یہ انبیاء، اولیاء، اوصیاء اور خدا کے صالحین کا کام ہے۔

۱۲. ۵۔ سستی اور کاہلی سے لڑنا

اسلام تمام افراد کی ذمہ داریوں اور فرائض میں شامل ہونے کا مطالبہ کرتا ہے جو اسلام کے عادلانہ نظام نے بیان کی ہیں، تاکہ تمام افراد بالواسطہ یا بالواسطہ پیداوار میں شامل ہو سکیں۔ اسی وجہ سے اسلام نے سستی اور بے روزگاری کے خلاف سب سے زیادہ اور شدید ترین الفاظ کے ساتھ جدوجہد کی ہے۔ امام موسیٰ بن جعفر (ع) سے روایت ہے کہ آپ نے فرمایا: (إِنَّ اللَّهَ تَعَالَى لَيُبْغِضُ الْعَبْدَ النَّوَّامَ إِنَّ اللَّهَ تَعَالَى لَيُبْغِضُ الْعَبْدَ الْفَارِغ)[۲۸]

بے شک اللہ تعالی بیکار اور زیادہ سونے والے افراد سے ناراض ہوتا ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت ہے کہ آپ نے فرمایا: (مَلْعُونٌ مَنْ أَلْقَى كَلَّهُ عَلَى النَّاس)[۲۹] جو شخص اپنی زندگی کا بوجھ دوسروں کے کندھوں پر ڈالتا ہے وہ خدا کی رحمت سے دور ہے۔

۱۳. ۶۔ تولید اور پیداوار پر توجہ دینا

اسلام کے پیشوایان نے اپنے محنت مزدوری سے کھانے اور جینے کی کوشش کی ہے حالانکہ وہ بیت المال سے اپنے لئے خرچ کر سکتے تھے۔ امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: "میں اپنی کچھ قابل کاشت زمینوں میں کام کرتا ہوں اور سخت محنت کرتا ہوں یہاں تک کہ مجھے پسینہ آتا ہے حالانکہ میرے لیے کام کرنے والے افراد موجود ہیں۔ میں عملی طور پر یہ کہنے کے لیے ایسا کرتا ہوں: "خدایا: میں کسب حلال کی تلاش میں ہوں۔[۳۰]

جب امام صادق علیہ السلام بیلچہ پکڑے پسینہ بہا رہے تھے تو آپ سے اس بارے میں پوچھا گیا؟ حضرت نے فرمایا: (إِنِّی أُحِبُّ أَنْ يَتَأَذَّى الرَّجُلُ بِحَرِّ الشَّمْسِ فِی طَلَبِ الْمَعِيشَة)[۳۱] بے شک میں یہ پسند کرتا ہوں کہ آدمی روزی کی تلاش میں سورج کی تپش کا نشانہ بنے۔

---

[۲۷] کلینی، محمد بن یعقوب بن اسحاق، الکافی، ج ۵، ص ۷۶،
[۲۸] ابن بابویہ، محمد بن علی، من لایحضرہ الفقیہ، محقق / مصحح: غفاری، علی اکبر، دفتر انتشارات اسلامی جامعہ مدرسین، قم، ۱۴۱۳ قمری، چاپ دوم، ج ۳، ص ۱۶۹،
[۲۹] کلینی، محمد بن یعقوب بن اسحاق، الکافی، ج ۵، ص ۷۲،
[۳۰] ۔ایضا، ۷۷۔
[۳۱] ۔ایضا، ۷۶۔

١٤. ٧ - دین اسلام میں صنایع پر خصوصی توجہ

امام علی علیہ السلام نے مالک اشتر کو حکم دیتے ہوئے کاریگروں کے بارے میں فرمایا: (فَإِنَّهُمْ مَوَادُّ الْمَنَافِعِ وَ أَسْبَابُ الْمَرَافِقِ) ۔[٣٢] در حقیقت وہ نفع کی جڑیں اور لوگوں کے آرام کا ذریعہ ہیں۔[٣٣]

١٥. اقتصاد اور معاشیات اسلامی دانشمندوں کی نظرمیں

شہید صدر کے مطابق اسلام ایک معاشی مکتب ہے۔انہوں نے اس بات کو چند دلیل کے ذریعہ ثابت کیا ہے۔

الف: احکام شرعی اور قوانین کا گستردہ ہونا۔

ب: معاشرتی زندگی میں دینی ہدایت اور راہنمائی کی ضرورت۔

ج: روایات: مذہبی رہنماؤں کی طرف سے متعدد روایات موجود ہیں جنہوں نے مذہب کی جامعیت اور سماجی دائرے میں دین کی موجودگی کو بیان کیا ہے۔

د: آغازِ اسلام کا تجربہ:

اسلام کے آغاز میں پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ واسلم کے ذریعہ مذہبی حکومت محقق ہوا،اس حکومت میں لوگ معاشرتی احکام میں پیغمبر اسلام کی طرف رجوع کرتے تھے۔ ابتدائے اسلام میں مسلمانوں کو خاص معاشی مسائل درپیش تھے، پیغمبر اسلام کے نافذ کردہ معاشی نظام نے ان مسائل کو حل کیا۔ابتدائی اسلامی معاشرہ معاشی نظام کے بغیر نہیں تھا کیونکہ معاشی نظام کے بغیر معاشرہ ناقابل تصور ہے۔ تمام معاشروں میں پیداوار اور تقسیم سے متعلق قوانین موجود ہیں۔اسلامی معاشرے کی ابتدامیں لوگ نظام اقتصادی کو امت کے رہنما نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بیانات، طرز عمل اور سیرت سے لیتے تھے۔

ہ۔انبیاء کرام کے سماجی انقلابات۔

و۔انفرادی اور سماجی مسائل کے ساتھ رابطہ:

سماجی نقطہ نظر کے بغیر انفرادی رویے کی مکمل وضاحت کرنا ناممکن ہے۔ للذا اگر مذہب انسانوں کے انفرادی رویے کو اچھی طرح سے منظّم کرنا چاہتا ہے تو اسے ان کی زندگی کے سماجی پہلو سے بھی بحث کرنا ہوگا۔[٣٤]

شہید صدر مندرجہ بالا دلائل کی بنا پر معتقد ہے سمجھتے ہیں کہ دین ایک جامع تشریح کا متقاضی ہے اور دین کی تفسیر فقط آخرت سے کرنا یہ ہماری دین کی حقیقت سے مطابقت نہیں رکھتی ہے۔ لہٰذا وہ لکھتے ہیں: یہ خیال کہ اسلام کے پاس صرف انفرادی زندگی کو منظّم کرنے کا منصوبہ ہے نہ کہ سماجی زندگی کا یہ نظریہ اسلامی منابع کے مواد کے ساتھ مطابقت نہیں رکھتا ہے۔[٣٥]

---

[٣٢] ۔ نہج البلاغہ، نامہ ۵۳۔
[٣٣] رضوانی، علی اصغر، اسلام شناسی و پاسخ بہ شبہات، مسجد مقدس جمکران، قم، ١٣٨٦ شمسی، چاپ سوم، ص ۴۰۲.
[٣٤] باقر صدر، سید محمد، اقتصادنا، ص ١٦٩۔
[٣٥] ایضا، ص ١٧٠۔

بعض کا خیال ہے کہ اسلام معاشی مکتب نہیں ہے اور وہ صرف اخلاقی مسائل سے ہی بحث کرتا ہے، لیکن جیسا کہ تجارت اور خرید وفروخت کے احکام جیسے مختلف شعبوں میں اسلام کے اعلیٰ احکام سے ظاہر ہوتا ہے کہ اسلام میں نہ صرف معاشی اصول اور قوانین موجود ہیں بلکہ یہ خود اس زمینہ میں ایک متحرک مکتب ہے۔

شہید مطہری کہتے ہیں: "قدیم معاشروں میں ہمیشہ دو چیزوں میں سے ایک چیز موجود تھی: یا آخرت گرائی اور رہبانیت یا دنیا طلبی (تہذیب، ترقی) اور آخرت گریزی۔ اسلام نے آخرت گرائی کو زندگی طلبی کے متن میں رکھا ہے۔ "اسلام کے مطابق آخرت کا راستہ زندگی کے تناظر اور دنیاوی زندگی کی ذمہ داریوں سے گزرتا ہے۔[۳۶]

اسلامی معاشی نظام میں صرف معاشی مسائل کو حل کرنا ہدف نہیں ہے بلکہ اقتصاد اسلامی معاشرے کے بلند مقاصد کے حصول کا ذریعہ ہے۔ ایک ایسا معاشرہ جس میں تمام افراد اپنے آپ کو ایک خاندان یعنی امت اسلامیہ کا فرد سمجھتے ہوں لیکن سرمایہ دارانہ معیشت میں منافع میں اضافہ اور سرمائے کو جمع کرنا ہی اصل ہدف ہوتا ہے۔[۳۷]

اقتصاد اور لوگوں کی معیشت کا مسئلہ تمام معاشروں کے اہم مسائل میں سے ایک ہے۔ معاشیات ماہرین عمرانیات اور سیاست دانوں کے اہم مسائل میں سے ایک ہے اور وہ لوگوں کی راحت اور بہبود کے حصول کے لیے بہت سے منصوبے بناتے ہیں۔ دین اسلام میں معاشی مسائل اور افراد کی انفرادی اور اجتماعی معیشت پر بہت زیادہ زور دیا ہے یہاں تک کہ اسلامی معاشیات کے نام سے ایک بحث موجود ہے۔ شہید مطہری اسلامی معاشروں کے لیے معیشت کی ضرورت کے بارے میں لکھتے ہیں:

"اسلام چاہتا ہے کہ غیر مسلموں کا مسلمانوں پر کوئی غلبہ نہ ہو۔ یہ ہدف اس وقت ممکن ہے جب مسلمان قوم اقتصادی مسائل میں کسی کا محتاج نہ ہو اور غیر مسلموں کی طرف ہاتھ نہ پھیلائے۔ محتاج اور نیاز مندی غلامی اور اسیری کا سبب بنتا ہے اگرچہ غلامی کا نام نہ بھی لیا جائے۔ کوئی بھی قوم جو معاشی طور پر کسی دوسری قوم کی طرف ہاتھ بڑھاتی ہو وہ اس کی اسیر اور غلام ہوتی ہے۔ اگر ایک قوم مدد مانگے اور دوسری قوم اس کی مدد کرے تو نہ چاہتے ہوئے بھی پہلا قوم غلام اور دوسرا مالک اور سردار ہوگا۔ کتنی جاہلانہ اور احمقانہ بات ہے کہ کوئی مستقل معاشی استحکام کی قدر و قیمت اور اس بات کو نہ سمجھ سکیں کہ ایک آزاد اور مستقل معیشت قومی زندگی کی حیات ہے۔[۳۸]

اسی لیے صرف سہولیات کا ہونا ہی کافی نہیں ہے بلکہ ان سہولتوں اور دولت کو رزق میں بدلنے کے لیے معاشی انتظامات اور اقتصادی مدیریت کی ضرورت ہے۔ اگر امکانات اور سہولیات کو صحیح سمت کی جانب ہدایت کریں تو بہت سے افراد کو رزق فراہم کر سکتی ہیں، ورنہ یہ یا تو ضائع ہو سکتی ہیں یا بیکار ذخائر میں تبدیل ہو سکتی ہیں اور اس کے نتیجے میں حسد، ذخیرہ اندوزی

---

[۳۶] مرتضی مطہری، نظری بہ نظام اقتصادی اسلام، ص ۱۱۷۔
[۳۷] مہدی رضوی، تفاوت ہای مبنایی نظام اقتصاد اسلامی با نظام اقتصادی سرمایہ داری، ص ۲۰۔
[۳۸] مرتضی مطہری، نظری بہ نظام اقتصادی اسلام، ص ۵۷۔

۔۔۔وغیرہ میں انسان مبتلا ہو سکتا ہے۔ جیسا کہ شہید مطہری نے فرمایا کہ اسلامی معاشروں کو معاشی طور پر خود مختار ہونا چاہیے تاکہ وہ مغربی درآمد شدہ معیشتوں کا محتاج نہ ہو اور اسیری وغلامی کے طوق سے ہمیشہ کے لئے چھٹکارا حاصل ہو۔

حلال کسب وکار کی اہمیت

عصری دنیا کے معاشی نظام انسان کو کام کے انتخاب اور دولت کے حصول میں آزاد چھوڑتے ہیں، اور اسے ہر قسم کے طریقوں سے یعنی دوسروں کے حقوق کی رعایت کے بغیر، اخلاقی اصولوں اور اس کے سماجی اور دیگر دنیاوی نتائج کے بارے میں سوچے بغیر دولت جمع کرنے کی اجازت دیتے ہیں جیسے کہ سود، جوا، ذخیرہ اندوزی، بلیک مارکیٹ وغیرہ۔ ۔ ۔ ظاہر ہے اس نظریہ کے ساتھ مال و دولت کسب کرنے سے تولیدی اور اخلاقی اور سیاسی بدعنوانی جیسے مسائل کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ ایسے معاشرے میں زندگی مشکل، تھکا دینے والی اور انسانی اقدار سرکوب ہو جاتی ہیں۔

اسلامی معاشی نظام میں جو چیز سب سے زیادہ اہم ہے وہ کاروبار اور تجارت وغیرہ کا حلال ہونا ہے۔ یعنی اس طریقے سے جائیداد اور مال دولت حاصل کرے جسے شریعت نے ممنوع قرار نہ دیا ہو۔ لہٰذا قرآن کریم ناجائز طریقوں سے دولت جمع کرنے سے منع کرتا ہے اور اپنے پیروکاروں کو تاکید کرتا ہے کہ وہ اپنی مالی دولت کی بنیاد "خالص ایمان اور تقویٰ" پر رکھیں اور اس طریقے سے روزی کمائیں جس سے انسان کی فطرت اور طبع سلیم راضی ہو اور انسانی عقل اس کی تشویق کرتا ہو اور خداوند متعال نے اسے جائز اور مباح قرار دیا ہو:

(وَ كُلُوا مِمَّا رَزَقَكُمُ اللَّهُ حَلالًا طَيِّباً وَاتقُوا اللَّه الَّذى انْتُمْ بِهِ مُؤْمِنُونَ)[39] اور جو حلال اور پاکیزہ چیزیں اللہ نے تمہیں عنایت کر رکھی ہیں ان میں سے کھاؤ۔ ایک طرف قرآن کریم کسب حلال کے کا حکم دیتا ہے اور دوسری طرف اس کے مخالف یعنی حرام کھانے اور ناجائز کام کرنے سے منع کرتا ہے اور اسے شیطان کی پیروی کا نام دیتا ہے جیسا کہ ارشاد ہوتا ہے: (يا ايُّهَاالنَّاسُ كُلُوا مِمَّا فِى الْارْضِ حَلالًا طَيِّباً وَ لا تَتَّبِعُوا خُطُواتِ الشَّيْطانِ انَّهُ لَكُمْ عَدُوٌّ مُبينٌ)[40] لوگو! زمین میں جو حلال اور پاکیزہ چیزیں ہیں انہیں کھاؤ اور شیطان کے نقش قدم پر نہ چلو۔ ان آیات میں لفظ " كُلُوا "مال و دولت میں ہر قسم کے تصرفات کی طرف اشارہ ہے جس میں سے ایک کھانا اور پینا بھی ہے۔ لہٰذا ہر مسلمان پر واجب ہے کہ وہ اپنی استطاعت کے مطابق زیادہ سے زیادہ محنت کرے اور اپنے اور اپنے اہل وعیال کی کفالت کا انتظام کرے۔ ہر شخص کا کام اور وسیلہ معاش جائز ہونا چاہیے اور جو رقم وہ اپنے اخراجات پر خرچ کرتا ہے وہ بھی حلال ہونا چاہیے۔ انبیاء عظام اور اولیاء کرام نے ہمیشہ اپنے پیروکاروں کو دوسروں سے مانگنے کی ذلت و رسوائی سے بچائے رکھا ہے اور انہیں عزت و عظمت کا عادی بنانے کی کوشش کی ہے۔ انہیں نصیحت کی ہے کہ وہ انتہائی مشکل حالات میں بھی اپنی روزی روٹی کے لیے باعزت کام نہ چھوڑیں اور اپنے آپ کو دوسروں سے بے نیاز بنائیں۔ امام جعفر صادق

---

[39] مائدہ، ۸۸۔
[40] بقرۃ۔ ۱۶۸۔

علیہ السلام کی خدمت میں ایک شخص آیا اور کہا: میں اپنے ہاتھ سے کوئی کام یا کاروبار نہیں کر سکتا ہوں اور میں ایک ناکارہ، محروم اور محتاج آدمی ہوں (میں کیا کروں؟) امام نے فرمایا: (اعْمَلْ وَاحْمِلْ عَلى رَأسکَ وَاستَغْنِ عنِ النَّاسِ)
کام کرو اور اپنے سر پر اٹھا کر سامان حمل کرو۔ جو شخص کام کرنے کے قابل ہو اور جائز طریقے سے روزی کما سکتا ہو لیکن بے روزگار رہ کر معاشرے پر بوجھ بن جائے اور اس طرح اپنی شخصیت کو پامالکرے تو وہ قیمتی اور ارزشمند انسان نہیں ہے۔
روایت میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب بھی کسی ایسے شخص کو جس کا چہرہ خوبصورت ہو دیکھ لیتے تو آپ سوال کرتے تھے۔ تمہارا کوئی کسب و کار ہے؟ اگر جواب دیتے کہ میرا کوئی کسب و کار نہیں ہے تو آپ فرماتے: اب میرے نزدیک تمہاری کوئی عزت نہیں ہے۔ مالی معاملات میں ایک بری صفت دوسروں کے مال و دولت کی لالچ ہے۔ انسان جس قدر کوشش کر سکتا ہے معاشی طور پر فعال ہو سکتا ہے اور جائز ذرائع سے جائیداد حاصل کر سکتا ہے۔ لہٰذا اسے دوسروں کی جائیداد کا لالچ نہیں کرنا چاہیے اور کچھ میں اس کا حصہ بننے کی امید نہیں رکھنی چاہیے۔ قرآن کریم کی متعدد آیات نے مومنوں کو اس صفت سے روکا ہے۔ جیسا کہ ارشاد ہوتا ہے:(وَ لا تَمُدَّنَّ عَيْنَيْکَ الى ما متَّعْنا بِهِ ازْواجاً مِنْهُمْ زَهْرَةَ الْحَيوةِ الدُّنْيا لِنَفْتِنَهُمْ فيهِ وَ رِزْقُ رَبّکَ خَيْرٌ وَ ابْقى)[41] اور (اے رسول) دنیاوی زندگی کی اس رونق کی طرف اپنی نگاہیں اٹھا کر بھی نہ دیکھیں جو ہم نے آزمانے کے لیے ان میں سے مختلف لوگوں کو دے رکھی ہے اور آپ کے رب کا دیا ہوا رزق بہتر اور زیادہ دیرپا ہے۔
امام جعفر صادق علیہ السلام نے لالچ اور طمع کو انسان کی ذلت و رسوائی کا ذریعہ قرار دیا ہے: (ما اقْبَحَ بِالْمُؤْمِنِ ان تَكُونَ لَهُ رَغْبَةٌ تُذِلُّهُ)[42] مومن کے لئے کس قدر برا ہے کہ وہ کسی ایسی چیز کی خواہش رکھتا ہو جو اسے ذلیل و خوار کر دے
جب کہ کسب حلال انسان کی زندگی میں بہت زیادہ موثر ہے امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں:۔ جب تم میں سے کوئی یہ چاہے کہ اس کی دعا قبول ہو تو اسے چاہیے کہ اپنے کاروبار کو پاک کرے، لوگوں کے حقوق اگر ہوں تو انہیں ادا کرے بے شک اللہ تعالیٰ اس بندے کی دعا قبول نہیں کرتا جس کے پیٹ میں حرام کی کمائی ہو یا کسی مومن کا کوئی حق اس کے ذمہ پر ہو۔ یہ بات قابل ذکر ہے کہ حلال مال کا حصول مقدار اور استعمال کے لحاظ سے محدود اور ساتھ ہی یہ بہت مشکل اور نایاب ہے۔ جیسا کہ امام علی علیہ السلام فرماتے ہیں:(ضَرْبَةُ السَّيْفِ عَلَى الْمُؤْمِنِ اهْوَنُ مِنَ الدِّرْهَمِ مِنْ حِلِّه)[43] ایک مومن کے لیے تلوار چلانا حلال طریقے سے درہم کمانے سے زیادہ آسان ہے۔

١٦. حلال طریقہ سے کسب معاش کرنے کے دلائل :

کسب معاش کے لئے مختلف دلائل ہیں۔ بعض دلائل اقتصاد کی اہمیت پر دلالت کرتے ہیں۔ بعض ادلہ ہمیں کسب معاش کی طرف ترغیب اور تشویق کرتے ہیں۔ بعض ادلہ مختلف پیشوں کی معرفی کرتے ہیں۔ بعض ادلہ کاروبار کے فوائد اور برکات کو بیان

---

[41] ۔طہ۔١٣١
[42] ۔ کلینی، محمد بن یعقوب بن اسحاق، الکافی ، ج ٢ ، ص ٣٢٠
[43] نہج البلاغہ، خطبہ ١٨٧۔

کرتے ہیں۔ بعض ادلہ کسب معاش کے حوالے سے انبیاء اور اہل بیت کی سیرت کو بیان کرتے ہیں۔ کیونکہ معصومین علیہم السلام نے بھی کسب معاش ، تجارت اور اقتصادی امور کی طرف توجہ دی ہے اور کسب معاش کے لئے مختلف پیشوں کو بھی اپنایا ہے۔ہم بطور مختصر بعض ادلہ کی طرف اشارہ کرتے ہیں۔

۱۷. ۱۔ تشویق وترغیب

رسول خدانے فرمایا: لَیس الجهادُ اَن یَضرِبَ بِسَیفِه فی سَبیلِ الله؛ انَّما الجهادُ مَن عَالَ والِدَیه و عَالَ ولَدہُ، فَهُوَ فِی جِهادٍ؛ وَ مَن عَال نَفسهُ یَکفها عَن الناسِ فَهُو فی جهادٍ۔[۴۴] جہاد صرف راہ خدا میں تلوار چلانے کا نام نہیں ہے بلکہ جو بھی اپنے والدین اور بچوں کی سرپرستی کرے اور ان کی ضروریات پوری کرنے کے لئے اور کسب معاش کے لئے کوشش کرے وہ بھی مجاہد ہے اور راہ خدا میں جہاد کر رہا ہے اور (رسول خدا تاکید کے ساتھ فرماتے ہیں:) جو بھی اپنی حاجات کو پوری کرنے کی کوشش کر رہا ہے وہ جہاد کر رہا ہے۔

پروردگار اپنی لاریب کتاب میں ارشاد فرمارہا ہے: یا أَیُّهَا النَّاسُ کُلُوا مِمَّا فِی الْأَرْضِ حَلالاً طَیِّباً وَ لا تَتَّبِعُوا خُطُواتِ الشَّیْطانِ إِنَّهُ لَکُمْ عَدُوٌّ مُبین.[۴۵] ؛زمین میں جو حلال اور پاکیزہ چیزیں ہیں انہیں کھاو اور شیطانی اقدامات کا اتباع نہ کرو یقیناوہ تمہارا کھلا دشمن ہے۔

نبی اکرم نے بھی فرمایا: الْعِبَادَةُ سَبْعُونَ جُزْءاً أَفْضَلُهَا طَلَبُ الْحَلَالِ [۴۶]؛ عبادت کے ستر حصے ہیں ان میں سے حلال روزی کمانا سب سے افضل حصہ ہے۔ لہٰذا قرآن اور احادیث نے انسان کی ضروریات کے لئے سعی اور کوشش کرنا ،، تجارت اور کسب معاش کرنے کو عبادت اور ممدوح قرار دیا ہے اور ان کی طرف کافی توجہ دی ہے۔قرآن میں اصحاب کہف کا ذکر ہوا ہے اصحاب کہف نے بھی ایمان کے عظیم درجہ پر فائز ہونے کے باوجود اپنے طعام اور ضروریات پر توجہ دی ہے۔

فَابْعَثُوا أَحَدَکُمْ بِوَرِقِکُمْ هذه إِلَى الْمَدِینَةِ فَلْیَنْظُرْ أَیُّها أَزْکى طَعاماً فَلْیَأْتِکُمْ بِرِزْقٍ مِنْهُ وَ لْیَتَلَطَّفْ وَ لا یُشْعِرَنَّ بِکُمْ أَحَداً [۴۷] ؛ پس تم اپنے میں سے ایک کو اپنے اس سکے کے ساتھ شہر بھیجو اور وہ دیکھے کہ کون سا کھانا سب سے ستھرا ہے پھر وہاں سے کچھ کھانا لے آئے اور اسے چاہیے کہ وہ ہوشیاری سے جائے اور کسی کو تمہاری خبر نہ ہونے دے۔

لہٰذا آیات اور روایات کی روشنی میں معلوم ہوتا ہے کہ کسب معاش کرنا اور اپنے جسمانی ضروریات کے لئے سعی و کوشش کرنا ضروری ہے۔ خصوصا اکل اور شرب انسان کے اولی اور بدیہی ضروریات میں سے ہیں اور انہیں نظرانداز نہیں کر سکتے ہیں جس طرح بعض اہل صوفیہ روح کو توجہ دیتے ہیں اور اس راہ میں افراط کا شکار ہو چکے ہیں اور جسمانی ضروریات کو نظرانداز کرتے ہیں۔

---

[۴۴]. پاینده، ابوالقاسم، نہج الفصاحہ، ص۶۵۷؛ محمدی ری شہری، محمد، حکم النبی الاعظم (صلی اللہ علیہ وآلہ) ج۷، ص۱۶.

[۴۵]. بقرہ، ۱۶۸.

[۴۶]. کلینی، محمد بن یعقوب، الکافی، ج۵ ص۷۸؛ صدوق، محمد بن علی، معانی الاخبار، ص۳۶۶.

[۴۷]. کہف، ۱۹.

۱۸. ۲۔اصل قرآنی

کسب معاش اور اپنی ضروریات کے لئے کوشش کرنا ایک اصل قرآنی ہے اور یہ تمام انسانوں کے لئے ضروری ہے پروردگار عالم قرآن مجید میں حضرت مریم سے فرماتا ہے کہ حاملہ ہونے کے باوجوا اپنے ضرورت اور رزق کے لئے کوشش کریں:وَ هُزِّي إِلَيْكِ بِجِذْعِ النَّخْلَةِ تُساقِطْ عَلَيْكِ رُطَباً جَنِيًّا[۴۸]؛ کھجور کے تنے کو اپنے طرف ہلائیں کہ آپ پر تازہ کھجوریں گریں گے۔

پس رزق حاصل کرنے کے لئے سعی اور کوشش کرنے کی ضرورت ہے۔ محنت کے بغیر رزق کسی کو نہیں ملتا مثال کے طور پر اگر کسان گھر پر بیٹھے اور کام اور فعالیت نہ کرے اسے کچھ نہیں ملتا رزق حاصل کرنے کے لئے کام کرنا چاہئے اور کسی پیشے کو اپنانے کی ضرورت ہے۔

قرآن نے سعی اور کوشش کی اہمیت کو بیان کیا ہے اور محنت، سعی اور کوشش کے لئے مختلف تعابیر استعمال کی ہے مثال کے طور پر كُلُّ نَفْسٍ بِما كَسَبَت..[۴۹] یا دوسری آیت میں یہ تعبیر آئی ہے و أَنْ لَيْسَ لِلْإِنْسانِ إِلاَّ ما سَعى - وَ أَنَّ سَعْيَهُ سَوْفَ يُرى -[۵۰] پس قرآن کے متعدد آیات کی روشنی میں معلوم ہوتا ہے کہ کام اور فعالیت کرنا قرآن کی نگاہ میں ممدوح ہے اور ایک اصل قرآنی ہے یہ آیات: وَ أَنْ لَيْسَ لِلْإِنْسانِ إِلاَّ ما سَعى و آیاتی مثل إِنَّ اللَّهَ لا يُغَيِّرُ ما بِقَوْمٍ حَتَّى يُغَيِّرُوا ما بِأَنْفُسِهِم -[۵۱] اس اصل قرآنی کی طرف اشارہ کر رہی ہے۔

آیت اللہ مکارم شیرازی بیان کرتے ہیں یہ جملہ إِنَّ اللَّهَ لا يُغَيِّرُ ما بِقَوْمٍ حَتَّى يُغَيِّرُوا ما بِأَنْفُسِهِمْ۔[۵۲] قرآن میں دو جگوں پر آیا ہے اور ایک کلی اور عمومی قانون کو بیان کر رہا ہے اگر اس قاعدہ اور اصل پر عمل کرے ہماری تقدیر بدل سکتی ہے اور ہماری زندگی میں تحرک آسکتا ہے یہ قانون در واقع اسلام کی بنیادی نظریات میں سے ہے۔[۵۳] اور اس بات کی طرف اشارہ کر رہا ہے کہ ہمارے مقدرات ہمارے ہاتھ میں ہیں۔[۵۴] پس کسب معاش اور اپنی ضروریات زندگی کو پوری کرنے کے لئے سعی اور کوشش کرنا اسلام میں ایک اصل اور عمومی قاعدہ ہے۔

۱۹. ۳۔زمین کے منافع سے فائدہ اٹھانے کا حکم

پروردگار عالم قرآن مجید میں ارشاد فرماتا ہے: هُوَ أَنْشَأَكُمْ مِنَ الْأَرْضِ وَ اسْتَعْمَرَكُمْ فيها [۵۵] ؛ اللہ نے تم کو زمین سے پیدا کیا ہے اور اسے آباد کرنے کو تم پر چھوڑ دیا ہے۔ استعمار باب ثلاثی مزید سے ہے اور استفعال کے وزن پر ہے اور یہاں اس سے مراد

---

[۴۸]. مریم،۲۵.
[۴۹]. مدثر،۳۸.
[۵۰]. نجم ۳۹-۴۰.
[۵۱]. رعد،۱۱.
[۵۲]. ایضا.
[۵۳]. مکارم شیرازی، ناصر، تفسیر نمونہ،، ج۱۰، ص۱۴۵.
[۵۴]. مکارم شیرازی، ناصر، تفسیر نمونہ،، ج۱۰، ص۱۴۵.
[۵۵]. ہود،۶۱.

زمین کو آباد کرنا ہے۔ تفسیر نمونہ میں آیا ہے کہ اللہ نے زمین کو آباد کرنے کے لئے کہا ہے۔ یہ جملہ اس بات کی طرف اشارہ کر رہا ہے کہ زمین کو آباد کرنے کے لئے وسائل تیار ہیں لیکن سعی اور کوشش سے آباد کرنا اور زمین کے منافع کو حاصل کرنا انسان کے لئے ضروری ہے کیونکہ کام کیے بغیر محنت کیے بغیر انسان کو کچھ نہیں ملتا ہے[۵۶]۔

علامہ طباطبائی تفسیر المیزان میں بیان فرماتے ہیں: استعمرتہ الارض کا معنی یہ ہے کہ میں نے زمین کو فلان کے حوالہ کیا ہے تا کہ اسے آباد کرے۔ جس طرح قرآن میں آیا ہے: واستعمرکم فیہا. عمارت کا معنی یہ ہے کہ زمین کو اپنی اصلی اور طبیعی حالت سے خارج کرنا اور اس میں ایسی تبدیلی لانا کہ اس سے فائدے اٹھاسکے اور اس سے استفادہ کرسکے۔ مثال کے طور پر خرابہ، ویرانہ مکان کو سکونت کے قابل بنائے، مسجد اس طرح سے بنائے کہ اس میں عبادت کرسکے زمین میں اس طرح سے تبدیلی لائے کہ کاشت اور کھیتی باڑی کے قابل بنے اور باغ میں اس طرح سے کام کرے اور محنت کرے کہ پھل فرود پیدا کرے اور اس میں سیر و سیاحت کرسکے۔ استعمار کا معنی طلب عمارت ہے یعنی انسان سے کہا جاتا ہے کہ زمین کو آباد کرو اور اس کے منافع اور فوائد کو حاصل کرو۔[۵۷]

پس آیات قرآن سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ نے زمین کو بنایا اور انسان کے لئے تمام وسائل کو فراہم کیا ہے اور انسان انہی وسائل سے استفادہ کرکے اپنے ضروریات زندگی کو پوری کرسکتے ہے مثال کے طور پر زراعت اور کھیتی باڑی کے ذریعے کسب معاش کرسکتے ہیں۔

نبی اکرم بھی فرماتے ہیں: العباد عباد الله، والبلاد بلاد الله، من أحيا أرضا فهي له[۵۸]: بندے اللہ کے بندے ہیں اور زمین بھی اللہ کی ہے لہذا جو بھی ایک زمین کو احیا (آباد) کرے اس کا مالک ہو جاتا ہے۔

۲۰. ۴۔ سیرہ انبیاء

اگر ہم انبیاء کی سیرت کو دیکھیں انبیاء نے بھی کسب معاش کی طرف توجہ دی ہے اور اس کی اہمیت کو بیان کیا ہے اور انبیاء بھی ضروریات زندگی کے لئے سعی اور کوشش کرتے تھے اور کسی پیشے کو اپناتے تھے سیرہ انبیاء دلیل ہے کہ کسب معاش کے لئے کسی مہارت، تخصص اور پیشے کو اختیار کرنا ہمارے لئے ضروری ہے۔

اسباط بن سالم کی روایت میں آیا ہے :عَنْ أَسْبَاطِ بْنِ سَالِمٍ قَالَ دَخَلْتُ عَلَى أَبِي عَبْدِ اللَّهِ ع فَسَأَلَنَا عَنْ عُمَرَ بْنِ مُسْلِمٍ مَا فَعَلَ فَقُلْتُ صَالِحٌ وَ لَكِنَّهُ قَدْ تَرَكَ التِّجَارَةَ فَقَالَ أَبُو عَبْدِ اللَّهِ ع عَمَلُ الشَّيْطَانِ ثَلَاثاً أَ مَا عَلِمَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ص اشْتَرَى عِيراً أَتَتْ مِنَ الشَّامِ فَاسْتَفْضَلَ فِيهَا مَا قَضَى دَيْنَهُ وَ قَسَمَ فِي قَرَابَتِهِ يَقُولُ اللَّهُ عَزَّ وَ جَلَّ رِجالٌ لا تُلْهِيهِمْ تِجارَةٌ وَ لا بَيْعٌ عَنْ ذِكْرِ اللَّهِ..[۵۹]

---

[۵۶]. مکارم شیرازی، ناصر، تفسیر نمونہ، ج۹،۱۵۹.
[۵۷]. طباطبائی، محمد حسین، المیزان، ج۱۰، ص۳۱۰.
[۵۸]. متقی ہندی، علی بن حسام الدین، کنزالعمال، ج، ص۸۹۸؛ پاینده، ابوالقاسم، نہج الفصاحہ مجموعہ کلمات قصار حضرت رسول (ص))، ص۵۷۷.
[۵۹]. کلینی، محمد بن یعقوب، الکافی، ج۵، ص۷۵.

ایک دن امام صادق نے مجھ سے پوچھا عمر بن مسلم کیا کر رہا ہے میں نے کہا وہ ٹھیک ہے لیکن اس نے کاروبار کو چھوڑ دیا ہے۔ اور کاروبار نہیں کر رہا ہے امام نے فرمایا تجارت کو چھوڑنا شیطان کا کام ہے۔ اور اس جملے کو تین مرتبہ تکرار فرمایا۔ اور اس کے بعد فرمایا: رسول اللہ شام کے کاروان کے ساتھ معاملہ کرتے تھے اور اس راہ سے کماتے تھے اور معاملے کی منفعت سے اپنا قرض لوٹاتے تھے اور اس کی منفعت سے اپنے قریبی فقراء کی بھی مدد کرتے تھے اس کے بعد امام نے فرمایا: رجال لا تلهيهم تجارہ ولا بیع عن ذکر اللہ.

کسب معاش کی اہمیت اور فضیلت اس سے بھی معلوم ہوتی ہے کہ انبیاء علیہم السلام نے بھی کوئی نہ کوئی پیشہ اختیار کیا ہے۔ ہر نبی نے کوئی نہ کوئی ذریعہ معاش اختیار کیا ہے، تمام انبیاء کرام نے بکریاں چرائی ہیں۔ رسول اکرم صلی للہ نے بذاتِ خود تجارت کی ہے۔ حضرت آدم علیہ السلام زراعت کیا کرتے تھے ۔ حضرت داوٗد علیہ السلام زرہیں بنایا کرتے تھے جنگ کے وسائل بناتے تھے اور اس کے ذریعے کماتے تھے۔ قرآن مجید سورہ سبامیں اس مطلب کی طرف اشارہ کر رہا ہے۔

وَ لَقَدْ آتَيْنا داوُدَ مِنَّا فَضْلاً يا جِبالُ أَوِّبِي مَعَهُ وَ الطَّيْرَ وَ أَلَنَّا لَهُ الْحَديدَ [٦٠] - أَنِ اعْمَلْ سابِغاتٍ وَ قَدِّرْ فِي السَّرْدِ وَ اعْمَلُوا صالِحاً إِنِّي بِما تَعْمَلُونَ بَصيرٌ [٦١]؛ اور بتحقیق ہم نے داوٗد کو اپنی طرف سے فضیلت دی، (اور ہم نے کہا) اے پہاڑو! اس کے ساتھ (تسبیح پڑھتے ہوئے) خوش الحانی کرو اور پرندوں کو بھی (یہی حکم دیا) اور ہم نے لوہے کو ان کے لیے نرم کر دیا۔ کہ تم زرہیں بناؤ اور ان کے حلقوں کو باہم مناسب رکھو اور تم سب نیک عمل کرو بتحقیق جو کچھ تم کرتے ہو میں اسے دیکھتا ہوں۔

اسباط کی روایت میں ہم نے دیکھا کہ رسول اللہ {ص} نے عمر بن مسلم کو تجارت چھوڑنے کی وجہ سے مذمت کی ہے اور اسکے علاوہ ہم دیکھتے ہیں کہ رسول اللہ خود تجارت کے ذریعے کسب معاش کرتے تھے اور تجارت کے ذریعے اپنے ضروریات کو پوری کرتے تھے اور لوگوں کی بھی مالی مدد کرتے تھے۔

حضرت داوود علیہ السلام بھی زرہیں بنا کر بیچتے تھے اور اس پیشہ کے ذریعے سے کسب معاش کرتے تھے لہٰذا ہمیں معلوم ہوتا ہے کہ کسی مہارت اور تخصص کو اپنانا کسی پیشہ کو اختیار کرنا یہ انبیاء کی سیرت ہے اور ہمارے لئے بھی ضروری ہے کہ انبیاء کی سیرت پر چل کر اپنے اور اپنے اہل وعیال کے اخراجات کے لئے کوشش کریں اور کوئی پیشہ یا کوئی نہ کوئی مہارت حاصل کرے جس کے ذریعے کسب معاش کرسکے۔

۲۱. ۵۔ سیرہ اہل بیت علیہم السلام

اگر اہل بیت کی زندگی کا مطالعہ کریں معلوم ہوتا ہے کہ انہوں نے کسب معاش کو اہمیت دی ہے۔ بعض روایات ہمیں کسب معاش کی تشویق اور ترغیب کرتے ہیں۔ مثال کے طور پر امام صادق علیہ السلام نے فرمایا : اتخذ عقدة او ضيعة فان الرجل اذا نزلت

[٦٠]. سبا، ۱۰.
[٦١]. سبا، ۱۱.

به النازلة او المصيبة فذكر ان وراء ظهره ما يقيم عياله كان اسخى لنفسه... ؛[62] کسی مکان اور درخت کا انتظام کرلو اس لئے کہ اگر انسان کے لئے کوئی حادثہ پیش آئے وہ احساس خوف نہیں کرتا اور مطمئن ہوتا ہے کہ اپنے اہل اور عیال کے لئے ایک ذریعہ معاش موجود ہے۔ بعض اوقات ائمہ اطہار کسب معاش کے لئے بعض پیشوں کی بھی معرفی فرماتے تھے۔ مثال کے طور پر امام صادق علیہ السلام فرماتے ہیں: اے مفضل ان چیزوں سے عبرت حاصل کرلو جو انسان کی ضروریات کو پوری کرنے کے لئے خلق ہوی ہیں اور ان ہی چیزوں میں عبرتیں پائی جاتی ہیں۔ بیج غذا کے لئے خلق ہوی ہے لیکن آٹا گوندنا اسے پکانا انسان کی ذمہ داری ہے اون کو لباس کے طور پر پہننے کے لئے اللہ نے خلق کیا ہے اس سے حیوان کے بدن سے کاٹنا اور اسے بننا انسان کی ذمہ داری ہے اور یہ فریضہ اس پر واجب ہے۔ اللہ نے درخت کو انسان کے لئے خلق کیا ہے لیکن اسے کاشت کرنا پانی دینا اس کا خیال رکھنا یہ انسان کا فریضہ ہے (تو معلوم ہوتا ہے کہ جسمانی ضروریات کو پورا کرنے کے لئے محنت کرنا کام کرنا کسی پیشہ کو اختیار کرنا انسان کے لئے ضروری ہے) اور جڑی بوٹیوں کو اللہ نے انسان کے لئے خلق کیا ہے لیکن ان کو حاصل کرنا، ایک دوسرے سے ملانا اور دوائی بنانا انسان کی ذمہ داری ہے۔[63]

ائمہ اطہار کی سیرت سے ہمیں ملتاہے کہ ائمہ اطہار کسب معاش کے لئے کوشش کرتے تھے۔ اور اس حدیث میں امام صادق کھیتی باڑی اور زراعت، طبابت کو ایک پیشہ کے طور پر معرفی فرماتے ہیں جن کے ذریعے انسان کما سکتے ہیں اور اپنی ضروریات زندگی کو پورا کرسکتاہے۔

ابوعمر شیبانی نقل کرتے ہیں کہ امام صادق علیہ السلام نے فرمایا: عَنْ أَبِي عَمْرٍو الشَّيْبَانِيِّ قَالَ رَأَيْتُ أَبَا عَبْدِ اللَّهِ ع وَ بِيَدِهِ مِسْحَاةٌ وَ عَلَيْهِ إِزَارٌ غَلِيظٌ يَعْ مَلُ فِي حَائِطٍ لَهُ وَ الْعَرَقُ يَتَصَابُّ عَنْ ظَهْرِهِ فَقُلْتُ جُعِلْتُ فِدَاكَ أَعْطِنِي أَكْفِكَ فَقَالَ لِي إِنِّي أُحِبُّ أَنْ يَتَأَذَّى الرَّجُلُ بِحَرِّ الشَّمْسِ فِي طَلَبِ الْمَعِيشَةِ ؛[64]

ایک دن امام صادق (ع) اپنے باغ میں کام کر رہے تھے اور کام کا لباس پہنا ہوا تھا ہاتھ میں بیلچہ تھا آپ کے بدن اطہر سے فعالیت کی وجہ سے پسینے آرہے تھے میں نے کہا میں آپ کے بدلے میں کام کروں گا امام نے انکار کرکے فرمایا: انى احب ان يتاذى الرجل بحر الشمس فى طلب المعيشه: میں چاہتاہوں کہ یہ انسان طلب معیشت کی راہ میں دھوپ میں زحمتیں اٹھائے۔

دوسری روایت میں آیا ہے کہ امام کاظم اپنے زمین پر کام کر رہے تھے آپ کے چہرے اقدس کے پسینے نظر آرہے تھے کافی تھکے ہوے تھے۔ علی بن حمزہ بطائنی نے اعتراض کیا اور کہا مولا کیوں آپ کام کر رہے ہیں کیوں کسی اور سے کام نہیں کرواتے ہیں؟ فرمایا: کیوں دوسرے سے اپنا کام کراؤں جو مجھ سے بھتر تھے انہوں نے بھی کام کیا ہے۔ مین نے پوچھا مولا کوں آپ سے

---

[62]. کلینی، محمد بن یعقوب، الکافی، ج۵، ص۹۲.

[64]. کلینی، محمد بن یعقوب، الکافی، ج۵، ص۷٦؛ حر عاملی، محمد بن حسن، وسائل الشیعہ، ج۱۷، ص۳۹.

بھتر تھے اور اس طرح زمین پر کام کرتے تھے؟ فرمایا: رسول خدا، امیر المومنین اور اور میرے آباء نے بھی زمین پر کام کئے ہیں۔[۶۵]

۲۲. کسب حلال کے آثار و فوائد:

بعض روایات کسب معاش اور کسب حلال کے آثار اور برکات کو بیان کرتی ہیں امیر المومنین فرماتے ہیں: إِنْ يَكُنِ الشُّغُلُ مَجْهَدَةً فَاتِّصَالُ الْفَرَاغِ مَفْسَدَةٌ [۶۶]؛ اگر کام کرنا زحمت کے باعث ہوتا ہے کام نہ کرنا اور بیکار بیٹھنا فساد کے باعث بنتا ہے۔

معلیٰ بن خنیس امام صادق سے نقل کرتے ہیں: رَآنِي أَبُو عَبْدِ اللَّهِ ع وَ قَدْ تَأَخَّرْتُ عَنِ السُّوقِ فَقَالَ اغْدُ إِلَى عِزِّكَ[۶۷]؛ ایک دن میں دیر سے بازار پہنچا۔ امام نے فرمایا صبح جلدی عزت کی طرف آجاو (یعنی کاروبار کرنا اور کسب معاش کرنا عزت کمانے کے برابر ہے اور انسان کو عزت ملتی ہے۔)

ان روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ حلال ذرائع سے کسب معاش کرنے کے مختلف فوائد اور آثار ہوتے ہیں۔ کسب معاش کی وجہ سے انسان مصروف رہتا ہے اور فساد کی طرف نہیں جاتا ہے اور انسان کے لئے عزت کے باعث ہوتا ہے جو کسب معاش کر سکتا وہ کسی کی طرف محتاج نہیں ہوتا ہے وہ سربلند اور عزیز ہوتا ہے اور یہ انسان کسی کے سامنے نہیں جھکتا۔

۲۳. ا۔گناہوں کی مغفرت

حلال ذریعے سے کسب معاش کرنے کا ایک فائدہ یہ ہے کہ خدا کسب حلال کرنے والے کو پاداش دیتا ہے اور اس کے پاداش یہ ہے کہ اللہ اس کے گناہوں کو بخش دیتا ہے۔ نبی اکرم بیان فرماتے ہیں: مَنْ بَاتَ كَالًّا مِنْ طَلَبِ الْحَلَالِ بَاتَ مَغْفُوراً لَهُ[۶۸]؛ جو بھی کسب حلال کی وجہ سے رات کو تھکے ہوے گزارے اللہ اس کے گناہوں کو بخش دیتا ہے۔

إِنَّ مِنَ الذُّنُوبِ ذُنُوباً لَا يُكَفِّرُهَا صَلَاةٌ وَ لَا صَدَقَةٌ قِيلَ يَا رَسُولَ اللَّهِ فَمَا يُكَفِّرُهَا قَالَ الْهُمُومُ فِي طَلَبِ الْمَعِيشَةِ[۶۹]: بعض گناہ ایسے ہیں کے کسی نماز اور صدقہ کے ذریعے معاف نہیں ہو سکتے تو رسول خدا سے پوچھا گیا ان کا کفارہ کیا ہیں؟ فرمایا ان گناہوں کا کفارہ یہ ہے کہ انسان اپنے معیشت کے لئے زحمتیں اٹھائے یعنی انسان کسب معاش کی راہ میں جو رنج اور زحمتیں اٹھاتا ہے یہ رنج و زحمت اس کے گناہوں کے کفارے ہیں اور اللہ اس کے گناہوں کو بخش دیتا ہے۔

پس روایات کی روشنی میں معلوم ہوتا ہے کہ کسب معاش حلال ذرائع سے انسان کے لئے ضروری ہے اس کے فوائد یہ ہیں کہ کسب معاش کے ذریعے انسان کے ضروریات زندگی پوری ہو جاتی ہیں اور اس طرح اسکے گناہ بھی بخشے جاتے ہیں اور دنیا میں بھی

---

[۶۵]. مجلسی، محمد باقر، بحار الانوار، الجامع لدرر الاخبار الائمہ، ج ۴۸، ص ۱۱۵.

[۶۶]. مجلسی، محمد باقر، بحار الانوار، ج ۷۴، ص ۴۲۱؛ مفید، محمد بن محمد بن لقمان، الارشاد فی معرفہ الصحیح اللہ علی العباد، ج ۱، ص ۲۹۸.

[۶۷]. ابن بابویہ، محمد بن علی، من لا یحضرہ الفقیہ، ، ج ۳، ص ۱۹۳؛ حر عاملی، محمد بن حسن، وسائل الشیعہ، ج ۱۷، ص ۱۰.

[۶۸]. ابن بابویہ، محمد بن علی، امالی للصدوق، ص ۲۸۹؛ ابی فراس، ورام، مجموعہ ورام ج ۲، ص ۱۶۷؛ شعیری، تاج الدین، جامع الاخبار فی کسب الحلال، ص ۱۳۹.

[۶۹]. محدث نوری، میرزا حسین، مستدرک الوسائل، ج ۱۳، ص ۱۳؛ مجلسی، محمد باقر، بحار الانوار لدرر الاخبار الائمہ الاطہار، ، ج ۷، ص ۱۵۷.

اس کو عزت ملتی ہے اور کسی بندے کے سامنے نہیں جھکتا اور انسان گناہ اور فساد کی طرف نہیں جاتا اور بر عکس جو کام نہیں کرتا ہے اور کوئی پیشہ اختیار نہیں کرتا ہے وہ اپنے ضروریات کے لئے دوسروں کی طرف محتاج ہوتا ہے اور بعض اوقات مالی مشکلات کی وجہ سے گناہ اور فساد کی طرف جاتا ہے ۔ مثلا مالی مشکلات کو حل کرنے کے لئے بعض اوقات انسان چوری اور سرقت کا ارتکاب ہو جاتا ہے۔

٢٤. ۲۔ انبیاء کرام علیہم السلام کے ساتھ ہمنشینی

کسب حلال کی اتنی زیادہ اہمیت ہے کہ روایات کے مطابق کسب حلال کی راہ میں محنت کرنے والے قیامت کے دن انبیاء کے ہمنشین ہونگے۔ اور اسلام ان کی مذمت کرتا ہے جو اپنی ضروریات زندگی کے لئے کوشش نہیں کرتا۔ اور اس کے بر عکس کسب معاش حلال طریقوں سے اسلام کی نگاہ میں ممدوح ہے۔

پیغمبر اکرم فرماتے ہیں من كانَ في مصرٍ منَ الأمصارِ يَسعى عَلى عِيالِهِ في عُسرِهِ أو يُسرِهِ جاءَ يَومَ القِيامَةِ مَعَ النَّبِيِّينَ-[۷۰]؛ جو بہی اپنے فیملی کے اخراجات کو پورا کرنے کے لئے کوشش کرتا ہے اب وہ جس شہر میں ہو سختی سے یا آسانی سے کسب معاش کرے فرق نہیں پڑتا (جب وہ اپنے اہل و عیال کے کسب معاش کے لئے کوشش کرتا ہے وہ قیامت کے دن انبیاء کے ساتھ محشور ہوگا۔

دوسری روایت میں آیا ہے مَنْ أكَلَ مِنْ كَدِّ يَدِهِ حَلاَلًا فُتِحَ لَهُ أَبْوَابُ الْجَنَّةِ يَدْخُلُ مِنْ أَيِّهَا شَاءَ[۷۱]؛ جو بھی اپنے ہاتھوں سے کمائے ہوے حلال کو کھائے بہشت کے دروازے اس کے لئے کھل جاتے ہیں اور جس در سے چاہے وہ بہشت میں جاسکتا ہے۔ لہٰذا جو بھی اس دنیا میں شرعی راستوں سے کماتے ہیں اور اور اپنے کسب معاش کے لئے کوشش کرتے ہیں وہ اس دنیا میں بہی موفق اور آخرت میں بہی بہشت میں داخل ہونگے۔

٢٥. حرام آمدنی

کچھ خدمات فراہم کرکے پیسے کمانا اور کچھ سامان کی تجارت کرنا حرام ہے اور فقہی اصطلاح میں آمدنی کے ان ذرائع کو مکاسب محرمہ کہتے ہیں۔ ان میں سے کچھ یہ ہیں:

۱ ۔ایسی چیزیں خریدنا اور بیچنا جو عین نجس ہوں۔ جیسے شراب، خنزیر اور کتے (غیر شکاری) سوائے خون کے، اور ان کی طرح جن کی تجارت میں عقلی مفادات ہو۔

۲ ۔ایسے اوزار خریدنا اور بیچنا جو صرف حرام کاموں کے لئے استعمال ہوتے ہیں، جیسے جوئے کے آلات۔

۳ ۔حرام کاموں کے ذریعہ سے پیسہ کمانا جیسے لہو و لعب کی محفلوں میں گانا گا کر، جادو کرکے، جانداروں کی مجسمہ سازی کرکے، گمراہ کن کتابوں کی تحریر اور اشاعت کے ذریعے وغیرہ۔

---

[۷۰]. ری شہری، محمد محمدی، تحکیم خانوادہ از نگاہ قرآن و حدیث، ج۱، ص۲۹۰؛ ابن عساکر، ابوالقاسم، تاریخ دمشق، ج۳، ص۳۴۸.
[۷۱]. محدث نوری، میرزا حسین، مستدرک الوسائل، ج۱۳، ص۲۴.

۴ ۔دین کے دشمنوں کو جنگی ہتھیار فروخت کرنا۔

۵ ۔حرام کاموں کے لیے سامان بیچنا یا کرائے پر دینا؛ جیسے شراب بنانے کے لیے انگور بیچنا۔

۶ ۔ کسی ایسے کام کا اجرت حاصل کرنا جو انسان پر واجب عینی یا واجب کفائی ہو۔ [۷۲]

یہ بات قابل ذکر ہے کہ بعض اوقات کسب حلال کرتے وقت انسان حرام کام میں مبتلا ہو جاتا ہے۔ جیسے کسی سے تحفہ وصول کرنا جو بعض اوقات رشوت کے حکم میں ہے اور بعض سرمایہ کاری جو در حقیقت سود ہوتے ہیں۔اسلامی معاشرے میں یہ دو برائیاں عام ہے جس کی وجہ سے دن بدن کرپشن اور فساد اقتصادی بڑھتا جا رہا ہے۔رشوت جیسی خطرناک لعنت کا بازار گرم ہے۔اعلی سطح سے لے کر نچلی سطح تک رشوت کھلے عام لی اور دی جاتی ہے۔اس غیر منصفانہ طریقہ کی وجہ سے اہل لوگ پیچھے رہ جاتے ہیں اور نااہل افراد سفارش کی بنیاد پر اعلی عہدوں پر فائز کر دیے جاتے ہیں جس کے پیشِ نظر لوگوں کے گرد مایوسی کا غبار گہرا ہوتا چلا جا رہا ہے۔خواہ تعلیمی اداروں کا ذکر ہو یا سیاست اور عدالتوں کا سب کا حال یہی ہے۔ رشوت اور سود خوری دو ایسے مہلک معاشرتی ناسور ہے جو تمام بدعنوانیوں کی جڑ ہے۔اسی اہمیت کے پیش نظر ہم یہاں صرف ان دو برائیوں کے بارے میں کچھ مطالب بیان کرنے کی کوشش کریں گے۔

۲۶. ۱۔رشوت ستانی

انسانی معاشروں کو بری طرح متاثر کرنے والے حرام معاملات میں سے ایک "رشوت خوری" ہے جو ایک تباہ کن طاعون کی طرح قانون و ضوابط میں خلل ڈالتا ہے اور افراتفری کا باعث بنتا ہے۔ رشوت وہ رقم ہے جو وہ کسی کی حق کو ضائع کرنے کی خاطر ادا کرتے ہیں، یا کسی ناحق کو حق ثابت کرنے کے لئے وصول کیا جاتا ہے۔

رشوت دینا اور لینا گناہاں کبیرہ میں سے ہے۔اسلام رشوت خوری کی شدت کے ساتھ مذمت کرتا ہے۔قرآن کریم میں ارشاد ہوتا ہے:(وَلا تَأْکُلُوا أَمْوالَکُمْ بَیْنَکُمْ بِالْباطِلِ وَ تُدْلُوا بِهاالَی الحُکَّامِ لِتَأْکُلُوا فَریقاً مِنْ امْوالِ النَّاسِ بِالْاثْمِو انتم تعلمون) [۷۳] اور تم آپس میں ایک دوسرے کا مال ناجائز طریقے سے نہ کھاؤ اور نہ ہی اسے حکام کے پاس پیش کرو تاکہ تمہیں دوسروں کے مال کا کچھ حصہ دانستہ طور پر ناجائز طریقے سے کھانے کا موقع میسر آئے۔

۷۲۔انصاری، مرتضی، المکاسب، قم، کنگرہ جہانی بزرگداشت شیخ اعظم انصاری، چاپ اول، ۱۴۱۵اق. محقق حلّی، نجم الدین جعفر بن حسن، شرائع الاِسلام فی مسائل الحلال والحرام، تحقیق و تصحیح عبدالحسین محمد علی بقال، قم، مؤسسہ اسماعیلیان، چاپ دوم، ۱۴۰۸اق.

۷۳ بقرۃ،۱۸۸۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:(الرّاشی وَ الْمُرْتَشی وَ الْماشی بَیْنَهُما مَلْعُونُونَ)[۷۴] رشوت دینے والا اور لینے والا اور ان کے درمیان واسطہ کرنے والا سب ملعون ہیں ۔ رشوت خوری کے بہت سے برے معاشرتی اثرات ہیں جن میں سے چند ذیل میں ذکر کی جاتی ہیں:

۲۷. الف: کرپشن

کوئی بھی حکومت ایک سالم اور مضبوط ایگزیکٹو باڈی کے بغیر اپنے ملک پر حکومت نہیں کر سکتی اور رشوت ستانی کے منحوس رجحان کے سامنے آنے سے ایگزیکٹو باڈی کے معمول کے عمل میں خلل پڑتا ہے اور نتیجتاً کرپشن اس ادارے کے جسم کو کینسر کی طرح مفلوج کر دیتی ہے۔ رشوت خوری ملک کے فوجی طاقت میں خلل ڈال سکتی ہے۔ جیسا کہ معاویہ کے ساتھ امام حسن مجتبیٰ علیہ السلام کی معرکہ آرائی میں فوج کے کمانڈر معاویہ سے رشوت لے کر اس کے ساتھ مل گئے اور اس طرح امام کی فوج کو معاویہ کی فوجوں کے خلاف مزلزل کر دیا اور وہ سب ہو گیا جو نہیں ہونا چاہیے تھا۔

۲۸. ب: قوانین اور سماجی حقوق کی خلاف ورزی

رشوت خوری کی وجہ سے قوانین اور ضوابط اپنا نتیجہ برعکس دیتا ہے۔ کیونکہ طاقتور رشوت دے کر قانون کو اپنے حق میں ختم کر دیتے ہیں۔ اگر رشوت کسی معاشرے میں عام ہو جائے تو لوگوں کی زندگی اجیرن بن جاتی ہے اور ظلم، بدعنوانی، ناانصافی اور امتیازی سلوک تمام اداروں میں عام ہو جاتا ہے اور قانون اور انصاف نامی کوئی چیز باقی نہیں رہ جاتی ہے۔ امعاشرے کے حقوق و قوانین کی خلاف ورزی کرنے والے قانون اور انصاف کے نفاذ سے نہیں ڈرتے اور معاشرے کے مظلوم اور محروم افراد بھی اس کے نفاذ سے مایوس ہو جاتے ہیں۔ کیونکہ وہ جانتے ہیں کہ تنگدستی کی حالت میں کوئی ان کی فریاد کو سننے کے لئے تیار نہیں ہے۔

۲۹. ج: سنگدلی

رشوت لینا حرام مال کھانے کی صریح مصادیق میں سے ایک ہے جو دل کی روحانی زندگی کو ایک مہلک زہر کی طرح تباہ کرکے ایک ایسے ٹھوس اور سخت پتھر میں تبدیل کر دیتی ہے جو اب حق و نصیحت کی کوئی بات قبول نہیں کرتا اور مظلوم کی آہ و بکا بھی اس پر اثر نہیں کرتا ہے۔اس حقیقت کو ہم اپنی روزمرہ کی زندگی میں دیکھتے ہیں۔ ایسے لوگ بھی ہیں جو جب کوئی ایسا کام شروع کرتے ہیں جس کے بارے میں انہیں سو فیصد معلوم ہوتا ہے کہ یہ گناہ ہے تو وہ پہلے تو اس عمل پر پریشان ہو جاتے ہیں لیکن آہستہ آہستہ وہ گناہ اور رشوت کے عادی ہو جاتے ہیں اور پریشان بھی نہیں ہوتے اور بعض اوقات اس مقام پر پہنچ جاتا ہے کہ وہ اسے اپنا فریضہ بلکہ اپنا مذہبی فریضہ بھی سمجھتے ہیں۔

---

[۷۴] ۔ابن ابی جمہور، محمد بن زین الدین، مرعشی، شہاب الدین، و عراقی، مجتبی. ۱۴۰۳–۱۹۸۳. عوالی اللئالی العزیزیۃ فی الأحادیث الدینیۃ. ۴ج. قم - ایران: مؤسسہ سید الشہداء (ع).

۳۰.   ۲ -سودخوری

سود وہ رقم ہے جو ایک قرض دینے والے کو قرض لینے والے سے واجب الادا رقم کے علاوہ ملتی ہے یا غیر معیاری سامان کی وہ مقدار جو اکثر اسی قسم کی دیگر معیاری اشیا کے بدلے وصول کی جاتی ہے۔ سود کے لین دین کو اسلام نے تسلیم نہیں کیا ہے اور اس طرح کے لین دین میں خریدار اور بیچنے والا مال اور اس کی قیمت کا مالک بھی نہیں ہوتا ہے۔ جیسا کہ تاریخ اور روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ زمانہ جاہلیت میں سود لینا کمانے کا ایک عام طریقہ تھا اور اس سے اور بھی بہت سی خرابیاں جنم لیتی تھی۔ دین مقدس اسلام نے اپنے ظہور کے آغاز سے ہی بتدریج اس باطل روایت کا مقابلہ کیا اور بتدریج سچے مومنوں کو اس حرام کام سے دور رکھا۔

آخر کار قرآن کریم نے ایک سنجیدہ اور پر زور لہجے میں ان مومنین کو جنھوں نے اس وقت تک سود سے پرہیز نہیں کیا تھا، دستور دیا کہ اگر وہ اپنے آپ کو مومن سمجھتے ہیں تو فوری طور پر سود لینا چھوڑ دیں اور اپنے موجودہ لین دین میں بھی دوسروں سے سود نہ لیں ۔ سود کا سلسلہ جاری رہنے کی صورت میں خدا اور رسول خدا کے ساتھ جنگ کے لئے آمادہ ہو جائیں جیسا کہ ارشاد ہوتا ہے : (یا ایُّهَاالَّذینَ امَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ وَ ذَرُوا ما بَقِی مِنَ الرِّبآ ان كنْتُمْ مؤْمِنینَ- فَاِنْ لَمْ تَفْعَلُوا فَأْذَنُوا بِحَرْبٍ مِنَ اللَّه وَ رَسوله فأنْ تبْتُمْ فلَكُمْ رُؤُس امْوالِكُمْ لا تَظْلِمُونَ وَلا تُظْلَمُونَ)[۷۵] اے ایمان والو! اللہ کا خوف کرو اور جو سود (لوگوں کے ذمے) باقی ہے اسے چھوڑ دو اگر تم مومن ہو۔ لیکن اگر تم نے ایسا نہ کیا تو اللہ اور اس کے رسول کی طرف سے جنگ کے لیے تیار ہو جاؤ اور اگر تم نے توبہ کر لی تو تم اپنے اصل سرمائے کے حقدار ہو، نہ تم ظلم کروگے اور نہ تم پر ظلم کیا جائے گا.

اگر تم نے ایسا نہ کیا تو جان لو کہ خدا اور اس کا رسول تم سے لڑیں گے اور اگر تم توبہ کر لو تو تمہارا سرمایہ تمہارا ہی رہے گا اور نہ تم پر کوئی ظلم ہوگا۔ سود پر پابندی لگانے کی سب سے اہم وجہ یہ ہے کہ سود طبقاتی فاصلے بڑھاتا ہے۔ محدود افراد کے ہاتھوں میں دولت جمع ہو جاتا ہے اور معاشرے کے بیشتر افراد کو اس سے محروم کر دیتا ہے۔ سود پر مبنی لین دین میں منافع ہمیشہ اصل سرمائے سے منسلک ہوتا ہے اور ایک نیا سرمایہ بن جاتا ہے۔ نئے سرمایہ پر دوبارہ سود حاصل کیا جاتا ہے اور پہلے سے زیادہ منافع حاصل کرتا ہے۔ اس طرح سود لینے والا مختصر مدت میں، کوئی مثبت کام کیے بغیر، نفع جمع کرکے بے پناہ دولت حاصل کرتا ہے۔ جبکہ مقروض کا قرض کئی گنا بڑھ جاتا ہے اور نتیجتاً بتدریج اس کے وجود کو ہی ختم کر دیتا ہے۔ بہت سارے مقروض ایسے ہیں جنھوں نے سود لینے والے کو اپنے اصل قرض سے کئی گنا سود ادا کیا ہے پھر بھی اس کا اصل قرض اب بھی باقی ہے۔

امام رضا علیہ السلام سود لینے کی حرمت کے فلسفہ، نقصانات اور فرد اور معاشرے پر اس کے منفی اثرات کو یوں بیان فرماتے ہیں : سود کی حرمت کی وجہ یہ ہے کہ سود کھانے سے مال و دولت تباہ و برباد ہو جاتی ہے۔ کیونکہ اگر کوئی آدمی ایک درہم دو درہم میں خریدے تو ایک درہم کی قیمت ایک درہم ہے اور دوسرے درہم کی قیمت باطل اور ناحق ہے۔ للذا سود رکھ کر خرید و فروخت کرنا ہر حال میں خریدار اور بیچنے والے کے لیے نقصان دہ ہے. سود کھانے کی وجہ سے جذبات اور سماجی رشتوں کی بنیادیں کمزور ہو جاتی ہے۔ دلوں میں نفرت اور دشمنی کے بیج بو دیے جاتے ہیں۔ اس معنی میں کہ قرض خواہ سود خور کو اپنی تمام بدبختیوں کا سبب سمجھتا

---

[۷۵] ۔بقرۃ،۲۷۸۔۲۷۹۔

ہے۔ اگرچہ وہ خود کو مادی ضرورت کی وجہ سے سود دینے پر مجبور پاتا ہے، لیکن وہ سود خور کے دباؤ کو اپنے حلق پر محسوس کرتا ہے، اس سے ناراض ہوتا ہے اور اس کے خون کا پیاسا ہوتا ہے۔ یہ وہ جگہ ہے جہاں سود خوری اپنا مکروہ چہرہ دکھاتا ہے اور درجنوں خوفناک جرائم رونما ہو جاتا ہے۔

ایسے جرائم جن سے سود لینے والا محفوظ نہیں رہتا ہے۔ بعض اوقات لین دین میں سود خوری اس طرح سے مل جاتا ہے کہ بیچنے والے اور خریدار کو لین دین کے ضابطوں اور تفصیلات سے ناواقفیت کی وجہ سے اس کا علم نہیں ہوتا اور انہیں بعد میں پتہ چل جاتا ہے کہ ان کی جائیداد میں سود ملا ہوا ہے۔ سود کے بارے میں امام علی علیہ السلام فرماتے ہیں: (وَاللّٰهِ لَلرِّبا فی هذِهِ الْاُمَّةِ اخْفی مِنْ دَبیبِ النَّمْلِ عَلَی الصَّفا)[٧٦] خدا کی قسم! سود اس امت میں صاف چٹان پر چیونٹی کے قدموں کے نشانات سے زیادہ پوشیدہ ہے۔ لہٰذا تمام افراد پر لازم ہے کہ وہ اپنے معاملات اور تبادلات میں غور و فکر کریں اور کبھی بھی شرعی اور فقہی معیار کو نظر انداز نہ کریں اور جب بھی سود کے حوالہ سے کوئی شک بھی ہو تو اس مسئلے کے پہلوؤں کا بغور جائزہ لیں تاکہ وہ نادانستہ طور پر خدا کی نافرمانی میں نہ پڑ جائیں۔

٣١. حرام آمدنی کے آثار اور نقصانات

حرام آمدنی کے غیر معمولی آثار کو دو پہلوؤں میں پیش کیا جا سکتا ہے: انفرادی اور سماجی:

٣٢. الف: انفرادی آثار

٣٣. ا۔ دلوں کا تاریک ہو جانا

غلیظ اور حرام کھانا دل کو سیاہ کر دیتا ہے اور اس کے نتیجے میں انسان میں خیر کی امید ختم ہو جاتی ہے، اس طرح کہ اس پر نصیحت کا اثر نہیں ہوتا اور سخت ترین دردناک واقعات اس پر اثر نہیں کرتے۔ جیسا کہ امام حسین علیہ السلام نے ابن سعد کے لشکر سے فرمایا: (فَقَدْ مُلِئَتْ بُطُونُکُمْ مِنَ الْحَرامِ وَطُبِعَ عَلی قُلُوبِکُمْ)[٧٧] تمہاری شکمیں حرام کھانوں سے بھر چکی ہے اور تمہادی دلوں پر مہر لگ چکی ہے۔

٣٤. ٢۔ عیاش ہو جانا:

حرام آمدنی عیاشی کا باعث بنتی ہے کیونکہ جو شخص ناجائز ذرائع سے مال کماتا ہے وہ انسانی اصولوں کا بھی پابند نہیں ہوتا ہے۔ امام صادق علیہ السلام اس سلسلے میں فرماتے ہیں: (مَنْ جَمَعَ مالًا مِنْ مهاوِشَ اذْهبَهُ اللَّهُ فی نَهابِرَ)[٧٨] جس نے ناجائز ذرائع سے مال حاصل کیا، خداوند متعال اسے ناجائز طریقوں کے ذریعہ اسے تباہ کر دے گا۔

---

[٧٦] ۔ کلینی، محمد بن یعقوب، الکافی. ج ۵ دار الکتب الاسلامیۃ.
[٧٧] ۔ مجلسی، محمد باقر بن محمد تقی، بحار الانوار، ج ۴۵ ح ۸۔
[٧٨] ۔ مجلسی، محمد باقر بن محمد تقی، بحار الانوار الجامعۃ لدرر اخبار الائمۃ الاطہار علیہم السلام، ج ۱۰۰ ، ص ۸۔

۳۵. ۳۔ نسل کی غلاظت

ناجائز آمدنی کا ایک اور ناپسندیدہ اثر حرام نسل میں ظاہر ہوتا ہے۔ امام جعفر صادق علیہ السلام اس سلسلے میں فرماتے ہیں: (كَسْبُ الْحَرامِ يَبِينُ فی الذُّرِّيَّةِ)[۷۹] حرام کی آمدنی کا اثر (انسان کی) نسل میں ظاہر ہوتی ہے۔

۳۶. ۴ ۔مال و دولت میں برکت ختم ہونا

حلال کے حصول میں ایک خاص برکت ہے، جبکہ حرام مال کسب کرنے سے انسان کی زندگی اور مال و دولت میں برکت ختم ہو جاتی ہے۔ حضرت علی علیہ السلام اپنے ایک ساتھی "داوٗد" کو مخاطب کرتے ہوئے فرماتے ہیں:(يا داوُدُ! انَّ الْحَرامَ لا يَنْمی وَ انْ نَمی لَمْ يبارَكْ فيهِ)[۸۰] اے داوٗد! حرام مال کبھی اضافہ نہیں ہوتا اور اگر اس میں اضافہ بھی ہو جائے تو وہ بابرکت نہیں رہتا ہے۔

۳۷. ۵۔ عبادتوں کا بے اثر ہونا

عبادات مثلاً نماز اور روزے کا اس وقت گہرا اثر پڑتا ہے جب وہ حلال کھانے کے ساتھ ہو وگرنہ یہ انسان کی روح اور دل میں اثر انداز نہیں ہوتا ہے۔ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں: (الْعِبادَةُ مَعَ اكْلِ الْحَرامِ كَالْبِناءِ عَلَی الرَّمْلِ)[۸۱] حرام تصرفات اور کھانوں کے ذریعہ عبادت کرنا ریت پر عمارت کی بنیاد رکھنے کی مترادف ہے۔

۳۸. ۶۔ اخروی عذاب کا باعث بننا

قرآن کریم نے حرام خوری کو یہودیوں کی صفات بیان کی ہیں، اور انہیں جہنم کی وعید سنائی ہے اور فرمایا ہے: (إِنَّ الَّذينَ يَأْكُلُونَ أَمْوالَ الْيَتامى ظُلْماً إِنَّما يَأْكُلُونَ فی بُطُونِهِمْ ناراً وَسَيَصْلَوْنَ سَعيراً)[۸۲] جو لوگ ناحق یتیموں کا مال کھاتے ہیں وہ اپنے پیٹ میں آگ بھرتے ہیں اور وہ جلد ہی جہنم کی بھڑکتی آگ میں تپائے جائیں گے۔ وہ شخص جس نے مال جمع کرنے میں حلال و حرام کی طرف توجہ نہ کی ہو اور رشوت کے ذریعے اپنا مال اور رزق حاصل کیا ہو، وہ اس دنیا میں بھی یتیموں اور بے سہارا لوگوں کی آہ و بکا کے جہنم میں رہتا ہے اور آخرت میں بھی دائمی جہنم ان کا ٹھکانہ رہے گا۔

۳۹. ب: سماجی و اجتماعی نتائج

حرام طریقہ سے مال کسب کرنا سماجی اخلاقیات کے اصولوں کو تہس نہس کر دیتا ہے۔ یہاں تک کہ حرام خور روزی کمانے کے لیے ہر قسم کی ذلت کو قبول کر دیتا ہے۔ لوگوں کے ارادے بدل جاتے ہیں اور ہر کوئی یہی سوچتا ہے کہ کس طریقہ سے دوسرے لوگوں کی جیبیں خالی کر دیں۔ معاشرے سے اخوت اور برادری کا جذبہ ختم ہو جاتا ہے اور نتیجتاً معاشرے میں معاشرتی اخلاقیات خطرے

---

[۷۹] ۔ کلینی، محمد بن یعقوب، غفاری، علی اکبر،. الکافی. ج۸. تہران-ایران: دار الکتب الإسلامیۃ۔
[۸۰] ۔ کلینی، محمد بن یعقوب، الکافی ,ج۵ ،ص۱۲۵۔
[۸۱] ابن فہد حلی، احمد بن محمد، موحدی قمی، احمد، عدۃ الداعی و نجاح الساعی، ج۱. بیروت: دار الکتاب الإسلامی۔
[۸۲] نساء، ۱۰۔

میں پڑ جاتی ہیں، کیونکہ معاشرے کی تقدیر بدلنے کا انحصار لوگوں کے اخلاق اور طرز عمل میں تبدیلی پر ہے۔ لہٰذا حرام آمدنی ان عوامل میں سے ایک ہے جو سماجی رویے اور اخلاقیات پر منفی اثرات مرتب کرتی ہیں، جن میں سے کچھ کا ہم ذکر کریں گے:

٤٠. ۱۔ سماجی تحفظ سے محروم ہو جانا

معاشرے میں حرام کی آمدنی ناراضگی اور دشمنی کا ذریعہ بنتی ہے اور امن و سکون کو تباہ کر دیتی ہے۔ اسلام معاشرے کی سلامتی کو تباہ نہیں کرنا چاہتا ہے، اس لیے ان تمام طریقوں سے مال کسب کرنے سے منع کیا ہے جو سماجی سلامتی کو خطرے میں ڈال دیتا ہے۔ اس حقیقت کی وجہ یہ ہے کہ خاندان معاشرے کی چھوٹی اکائی ہے۔ ایک خاندان کی تباہی آسانی کے ساتھ معاشرے میں منتقل ہو جاتی ہے۔ لہٰذا جب خاندانوں میں اخلاقی صفات تباہ ہو جائیں تو معاشرہ کی خرابی اور اس کی سلامتی بھی محفوظ نہیں رہتی ہے۔

٤١. ۲۔ اقتصادی رکود اور ہرج و مرج کا سبب بننا

جب معاشرے میں حرام کاروبار عام ہو جاتے ہیں تو لوگ مفید کسب و کار چھوڑ دیتے ہیں اور یہ بے روزگاری معاشرے میں گناہ اور ہرج و مرج پھیلانے کا سبب بنتی ہے۔ چنانچہ امام جعفر صادق علیہ السلام سود کی حرمت کے بارے میں فرماتے ہیں: اگر سود حلال ہوتا تو لوگ تجارت چھوڑ دیتے۔

٤٢. ۳۔ نیکیوں کا خاتمہ

سود کی حرمت کے مختلف حکمتیں بیان ہوئی ہے۔ ان میں سے ایک یہ ہے کہ امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا: (إِنَّما حَرَّمَ اللَّهُ عزَّ وَجلَّ الرِّبا لِئَلَّا يذْهَبَ الْمعْرُوفُ) اللہ تعالیٰ نے سود کو حرام قرار دیا ہے تاکہ معروف یعنی نیک اور اچھے اعمال ختم نہ ہو جائیں۔ تمام اخلاقی خوبیاں معروف شمار کی جاتی ہیں لیکن دو اخلاقی خوبیاں ایسی ہیں جن کی طرف یہ حدیث زیادہ توجہ دیتی ہے اور یہ ہمدردی اور انسانیت ہے کہ قرض الحسنہ ان دونوں خوبیوں کو تقویت دیتی ہے جبکہ سود خوری ان دونوں کو متاثر کر دیتا ہے۔ قرض الحسنہ محبت، حسن افہام و تفہیم، دلوں میں ہمدردی اور الفت پھیلانے کا سبب بنتا ہے اور معاشرے میں اتحاد، بھائی چارے اور تعاون کے جذبے کو تقویت دیتا ہے، لیکن سود خوری کی وجہ سے نفرت، دشمنی، اختلاف اور سنگدلی کا باعث بنتا ہے اور بھائی چارگی اور اتحاد کے جذبے کو ختم کر دیتا ہے۔

٤٣. نتیجه :

اسلامی معاشی نظام میں صرف معاشی مسائل کو حل کرنا ہدف نہیں ہے بلکہ اقتصاد اسلامی معاشرے کے بلند مقاصد کے حصول کا ذریعہ ہے۔ لیکن سرمایہ دارانہ معیشت میں منافع میں اضافہ اور سرمایہ کو جمع کرنا ہی اصل ہدف ہوتا ہے۔ دین اسلام میں معاشی مسائل اور افراد کی انفرادی اور اجتماعی معیشت پر بہت زیادہ زور دیا ہے یہاں تک کہ اسلامی معاشیات کے نام سے ایک بحث موجود ہے۔ شہید مطہری اسلامی معاشروں کے لیے معیشت کی ضرورت کے بارے میں لکھتے ہیں: اسلام چاہتا ہے کہ غیر مسلموں کا مسلمانوں پر کوئی غلبہ نہ ہو۔ یہ ہدف اس وقت ممکن ہے جب مسلمان قوم اقتصادی مسائل میں کسی کا محتاج نہ ہو اور غیر مسلموں

کی طرف ہاتھ نہ پھیلائے۔ محتاج اور نیاز مندی غلامی اور اسیری کا سبب بنتا ہے اگرچہ غلامی کا نام نہ بھی لیا جائے۔ کوئی بھی قوم جو معاشی طور پر کسی دوسری قوم کی طرف ہاتھ بڑھاتی ہے تو وہ اس کی اسیر اور غلام ہو جاتی ہے۔

عصری دنیا کے معاشی نظام انسان کو کام کے انتخاب اور دولت کے حصول میں آزاد چھوڑتے ہیں، اور اسے ہر قسم کے طریقوں سے یعنی دوسروں کے حقوق کی رعایت کے بغیر، اخلاقی اصولوں اور اس کے سماجی اور دیگر دنیاوی نتائج کے بارے میں سوچے بغیر دولت جمع کرنے کی اجازت دیتے ہیں جیسے کہ سود، جوا، ذخیرہ اندوزی، بلیک مارکیٹ وغیرہ۔ ظاہر ہے اس نظریہ کے ساتھ مال و دولت کسب کرنے سے تولیدی اور اخلاقی اور سیاسی بدعنوانی جیسے مسائل کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ ایسے معاشرے میں زندگی مشکل، تھکا دینے والی اور انسانی اقدار سرکوب ہو جاتی ہیں۔

اسلام میں جائز آمدنی اور حلال کاروبار کو ایک خاص مقام حاصل ہے۔ قرآن کریم نے جائیداد کو فرد اور معاشرے کی مستقل مزاجی کی بنیاد اور دنیوی زندگی میں فرد کی زینت اور راحت قرار دیا ہے۔ حلال کاروبار اور آمدنی سے مربوط آیات واحادیث کے مطابق یہ کہا جا سکتا ہے کہ مال نہ صرف خیر ہے بلکہ ہر ذی شعور مسلمان کا فرض ہے کہ وہ اس کے لیے کوشش کرے اور اپنی برادری کی معاشی ترقی میں مدد کرے۔ اسلامی معاشی نظام جو انسانی فلاح و بہبود کو اپنا بنیادی ہدف سمجھتا ہے، انسانی مقدس مقاصد کے حصول کے لیے قدرتی وسائل اور خدا کی عطا کردہ سہولیات کے دانشمندانہ استعمال پر زور دیتا ہے۔ اسلام میں خرچ اور استعمال کرنے کا طریقہ اسراف کی مخالفت کے ساتھ ساتھ عیش و عشرت کے نامعقول رجحان کا بھی ایک معاشی بیماری کے طور پر مقابلہ کرتا ہے۔ انسان کی ضرورتیں ہیں کہ وہ دستیاب امکانات کے مطابق پورا کرے اور سوچ اور منصوبہ بندی کے سائے میں اپنے مقاصد کے حصول کے لیے مختلف طریقے استعمال کرے۔

قرآن کریم اسراف سے منع اور نقصانات کا اظہار کرتے ہوئے زندگی کے تمام پہلوؤں میں اعتدال کی دعوت دیتے ہیں۔ قرآن کریم نے درحقیقت لوگوں کو خوشگوار زندگی گزارنے کے لیے بہترین استعمال اور خرچ کرنے کا نمونہ پیش کیا ہے۔ دین اسلام میں حلال روزی کمانے کے لیے محنت اور کوشش پر بہت زور دیا گیا ہے اور دینی تعلیمات کے نقطہ نظر سے خالص ترین آمدنی وہ ہے جس نے اپنا مال صحیح لین دین اور تجارت سے حاصل کیا ہو۔ ذخیرہ اندوزی، سود، اسمگلنگ، دھوکہ دہی، مہنگائی اور اموال کو مارکیٹ میں نایاب و کمیاب کرنا وغیرہ یہ سب ایک سالم تجارت میں آفت کی مثالیں ہیں۔ لہٰذا حلال کاروبار کے حصول کے لیے اہم اصولوں اور معیارات مثلاً کاروبار کرنے میں آسانی، لین دین میں معاہدوں کی وفاداری، عدل و انصاف کی پابندی، دوسروں کے لین دین میں مداخلت نہ کرنا اور لین دین سے سود کو ختم کرنا یہ سب ایک اسلامی بازار کے لئے نہایت ہی ضروری ہے۔

اسلامی معاشی نظام میں جو چیز سب سے زیادہ اہم ہے وہ کاروبار اور تجارت وغیرہ کا حلال ہونا ہے۔ یعنی اس طریقے سے جائیداد اور مال دولت حاصل کرے جسے شریعت نے ممنوع قرار نہ دیا ہو۔ قرآن کریم ناجائز طریقوں سے دولت جمع کرنے سے منع کرتا ہے اور اپنے پیروکاروں کو تاکید کرتا ہے کہ وہ اپنی مالی دولت کی بنیاد "خالص ایمان اور تقویٰ" پر رکھیں اور اس طریقے سے روزی

کمائیں جس سے انسان کی فطرت اور طبع سلیم راضی ہو اور انسانی عقل اس کی تشویق کرے اور خداوند متعال نے اسے جائز اور مباح قرار دیا ہو۔ جیساکہ ارشاد ہوتا ہے: (وَ كُلُوا مِمَّا رَزَقَكُمُ اللَّهُ حَلالًا طَيِّباً وَاتقُوا اللّه الَّذى انْتُمْ بِهِ مُؤْمِنُونَ)[۸۳] اور جو حلال اور پاکیزہ چیزیں اللہ نے تمہیں عنایت کر رکھی ہیں ان میں سے کھاؤ۔ایک طرف قرآن کریم کسب حلال کے کا حکم دیتا ہے اور دوسری طرف اس کے مخالف یعنی حرام کھانے اور ناجائز کام کرنے سے منع کرتا ہے اور اسے شیطان کی پیروی کا نام دیتا ہے جیساکہ ارشاد ہوتا ہے: (يا ايُّهَاالنَّاسُ كُلُوا ممَّا فِى الْارْضِ حَلالًا طَيِّباً وَ لا تَتَّبِعُوا خُطُواتِ الشَّيْطانِ انَّهُ لَكُمْ عَدُوٌّ مُبينٌ)[۸۴] لوگو! زمین میں جو حلال اور پاکیزہ چیزیں ہیں انہیں کھاؤاور شیطان کے نقش قدم پر نہ چلو۔ لہٰذا ہر مسلمان پر واجب ہے کہ وہ اپنی استطاعت کے مطابق زیادہ سے زیادہ محنت کرے اور اپنے اور اپنے اہل و عیال کی کفالت کا انتظام کرے۔ہر شخص کا کام اور وسیلہ معاش جائز ہونا چاہیے اور جو رقم وہ اپنے اخراجات پر خرچ کرتا ہے وہ بھی حلال ہونا چاہیے۔

انبیاء عظام اور اولیاء کرام نے ہمیشہ اپنے پیروکاروں کو دوسروں سے مانگنے کی ذلت و رسوائی سے بچائے رکھا ہے اور انہیں عزت و عظمت کا عادی بنانے کی کوشش کی ہے۔انہیں نصیحت کی ہے کہ وہ انتہائی مشکل حالات میں بھی اپنی روزی روٹی کے لیے باعزت کام نہ چھوڑیں اور اپنے آپ کو دوسروں سے بے نیاز بنائیں۔

کسب حلال انسان کی زندگی میں بہت زیادہ موثر ہے امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں: جب تم میں سے کوئی یہ چاہے کہ اس کی دعا قبول ہو تو اسے چاہیے کہ اپنے کاروبار کو پاک کرے، لوگوں کے حقوق اگر ہوں تو انہیں ادا کرے بے شک اللہ تعالیٰ اس بندے کی دعا قبول نہیں کرتا جس کے پیٹ میں حرام کی کمائی ہو یا کسی مومن کا کوئی حق اس کے ذمہ پر ہو۔اسی طرح حرام آمدنی کے بھی دنیاوی، اخروی، انفرادی اور اجتماعی آثار اور نقصانات موجود ہیں۔

---

[۸۳] مائدہ، ۸۸۔
[۸۴] بقرۃ۔۱۶۸۔

٤٤. منابع:

قران کریم

نہج البلاغہ

۱. ابن الأثیر الجزری، عزالدین ابوالحسن علی بن محمد، اسد الغابۃ فی معرفۃ الصحابۃ، دار الفکر، بیروت، ۱۴۰۹ قمری/۱۹۸۹۔

۲. ابن بابویہ، محمد بن علی، امالی للصدوق، انتشارات کتابخانہ اسلامیہ، ۱۳۶۲ھ ش۔

۳. ابن بابویہ، محمد بن علی، معانی الاخبار، انتشارات جامعہ مدرسین قم، ۱۳۶۱ش۔

۴. ابن بابویہ، محمد بن علی، من لایحضرہ الفقیہ، محقق/ مصحح: غفاری، علی اکبر، دفتر انتشارات اسلامی جامعہ مدرسین، قم، ۱۴۱۳ قمری، چاپ دوم۔

۵. ابن عساکر، ابوالقاسم، تاریخ دمشق، دار الفکر للطباعہ والنشر والتوزیع، ۱۴۱۹ھ ق، بیروت

۶. ابن فارس، احمد، معجم مقائیس اللغۃ، انتشارات دفتر تبلیغات اسلامی حوزہ علمیہ، قم-ایران، چ اول، ۱۴۰۴ ہجری قمری۔

۷. ابن منظور، ابوالفضل، محمد بن مکرم، لسان العرب، دار الفکر للطباعۃ والنشر والتوزیع-دار صادر، بیروت-لبنان، سوم، ۱۴۱۴ھ ق۔

۸. ابن ابی جمہور، محمد بن زین الدین، مرعشی، شہاب الدین، و عراقی، مجتبی. ۱۴۰۳-۱۹۸۳. عوالی اللئالی العزیزیۃ فی الأحادیث الدینیۃ. قم-ایران: مؤسسہ سید الشہداء (ع).

۹. ابی فراس، ورام، مجموعہ ورام، انتشارات مکتبہ الفقیہ قم۔

۱۰. احمد بن فارس بن زکریا، ابوالحسین، معجم مقائیس اللغۃ۔

۱۱. انصاری، مرتضی، المکاسب، قم، کنگرہ جہانی بزرگداشت شیخ اعظم انصاری، چاپ اول، ۱۴۱۵ق.

۱۲. باقر صدر، سید محمد، اقتصادنا، بی تا، بی جا۔

۱۳. بن فہد حلی، احمد بن محمد، موحدی قمی، احمد، عدۃ الداعی و نجاح الساعی، ج۱. بیروت: دار الکتاب الإسلامی۔

۱۴. پایندہ، ابوالقاسم، نہج الفصاحہ مجموعہ کلمات قصار حضرت رسول ص۔

۱۵. جوہری، اسماعیل بن حماد، الصحاح تاج اللغۃ و صحاح العربیۃ، دار العلم للملائین، بیروت-لبنان، ۱۴۱۰ھ ق۔

۱۶. حر عاملی، محمد بن حسن، وسائل الشیعہ، موسسہ آل البیت لاحیاء التراث، قم۔

۱۷. راغب اصفہانی، حسین بن محمد، مفردات الفاظ القرآن، دار العلم-الدار الشامیہ، چ اول، ۱۴۱۲۔

۱۸. رضوانی، علی اصغر، اسلام شناسی و پاسخ بہ شبہات، مسجد مقدس جمکران، قم، ۱۳۸۶ شمسی، چاپ سوم، ص ۴۰۲۔

۱۹. ری شہری، محمد محمدی، تحکیم خانوادہ از نگاہ قرآن و حدیث، موسسہ فرہنگی دار الحدیث، قم-ایران

۲۰. شعیری، تاج الدین، جامع الاخبار فی کسب الحلال، انتشارات رضی، قم، ۱۳۶۳ھ ق۔

۲۱. شہید ثانی، مسالک الافہام الی تنقیح شرایع الاسلام۔

۲۲. صدوق، محمد بن علی، معانی الاخبار۔
۲۳. طباطبائی، محمد حسین، المیزان فی تفسیر القرآن، موسسہ الاعلمی للمطبوعات، لبنان - بیروت.
۲۴. قرشی بنائی، علی اکبر، قاموس قرآن، دار الکتب اسلامیہ، ۱۳۷۱ھ ش، ایران — تہران۔
۲۵. کلینی، محمد بن یعقوب بن اسحاق، الکافی، محقّق / مصحّح: غفاری، علی اکبر، آخوندی، محمد، دار الکتب الاِسلامیہ، تہران، ۱۴۰۷۔
۲۶. متقی ہندی، علی بن حسام الدین، کنز العمال، موسسہ الرسالہ، ۱۴۰۱ھ ق، چ۔
۲۷. مجلسی، محمد باقر، بحار الانوار الجامعہ لدرر اخبار الائمہ الاطہار، موسسہ الوفاء، ج احادیث۔
۲۸. محدث نوری، میرزا حسین، مستدرک الوسائل، موسسہ آل البیت لاحیاء التراث، قم، چا۔
۲۹. محقق حلّی، نجم الدین جعفر بن حسن، شرائع الاِسلام فی مسائل الحلال والحرام، تحقیق و تصحیح عبد الحسین محمد علی بقال، قم، مؤسسہ اسماعیلیان، چاپ دوم، ۱۴۰۸ق۔
۳۰. محمدی ری شہری، محمد، تحکیم خانوادہ از نگاہ قرآن و حدیث، موسسہ فرہنگی دار الحدیث، قم — ایران، ۱۳۸۹۔
۳۱. محمدی ری شہری، محمد، حکم النبی الاعظم (صلی اللہ علیہ وآلہ) موسسہ فرہنگی دار الحدیث، قم، ایران۔
۳۲. مرتضی مطہری، نظری بہ نظام اقتصادی اسلام، انتشارات صدار قم۔
۳۳. مصطفوی، حسن، التحقیق فی کلمات القرآن، وزارت فرہنگ وارشاد اسلامی، تہران، ۱۳۶۸
۳۴. مفید، محمد بن محمد بن لقمان، الارشاد فی معرفہ الصحیح اللہ علی العباد، کنگرہ شیخ مفید، قم، ۱۴۱۳ھ
۳۵. مکارم شیرازی، ناصر، تفسیر نمونہ، انتشارات دار الکتب الاسلامیہ، ایران — تہران، ۱۳۷۱ش۔
۳۶. مہدی رضوی، تفاوت ہای مبنایی نظام اقتصاد اسلامی با نظام اقتصادی سرمایہ داری۔
۳۷. نجفی، محمد حسن، جواہر الکلام، دار إحیاء التراث العربی، بیروت — لبنان، ۱۹۸۱۔
۳۸. نصیر الدین طوسی، محمد، تجرید الاعتقاد، مکتب الاعلام الاسلامی، تہران، ۱۴۰۷۔